﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ﴾

موجودہ تبلیغی جماعت

حق صریح سے انحراف

کی راہوں پر

آج کے تبلیغی حضرات کے اعتداء عن الحق اور افراط وغلو، دینی محکمات ومسلمات میں تشکیک وتلبیس، بانیان جماعت کے اصول سے بغاوت اور اہل علم ومراکزِ علم کی تحقیر واستخفاف کے بیان پر مشتمل ایک مختصر مگر ابلاغی نقطۂ نظر سے مفید بلکہ ضروری

تحریر:

مرتب: مولانا الطاف الرحمن صاحب بنوی

خطیب: جامع مسجد عمر فاروق دانش آباد یونیورسٹی روڈ پشاور

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم

یہ رسالہ خالصۃً احقاقِ حق کی نیت اور جذبے سے لکھا گیا ہے
لہٰذا مفت تقسیم واشاعت یا واجبی قیمت کیساتھ فروخت کیلئے طباعت پر
کوئی پابندی نہیں

نام کتاب : حقِ صریح سے انحراف

نام مؤلف : الطاف الرحمٰن بنوی صاحب

سنِ طباعت : ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق مارچ 2012

طبع ثانی : رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق اگست 2012

تعداد : 1100

پیش لفظ

برائے طبع ثانی

پہلا ایڈیشن غیر متوقع طور پر بہت جلدی ختم اور نایاب ہوگیا۔ اِدھر رسالے کی مانگ اور طلب میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا۔ سوچا رونا چار یہ دوسرا نیا ایڈیشن بعض معمولی اضافوں کیساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے منصف مزاج لوگ پہلے ایڈیشن کی طرح اس نئے ایڈیشن کی پذیرائی میں بھی بخل سے کام نہیں لینگے۔

اہلِ علم میں سے جس کسی نے بھی رسالے کو پڑھا اس کو وقت کا بہت شدید تقاضا اور اپنے دل کی آواز قرار دے کر تحسین و تبریک سے نوازا۔ اہلِ تبلیغ کے سنجیدہ طبقے کی طرف سے تا ہنوز اس پر کوئی منفی یا مثبت ردِّ عمل سامنے نہیں آیا۔ ہاں بعض غیر سنجیدہ اور ''مدعی سست گواہ چست'' قسم کے لوگوں کی طرف سے موبائل پر بڑے جذباتی اور گرم گرم باتیں اور رِسالے کا بھرپور جواب لکھنے کی لاف زنیاں ضرور موصول ہوئیں۔ خدا کرے ان کی طرف سے کوئی عالم فاضل شخصیت ''ایاز قدرِ خود بشناس'' کے انداز میں ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کوئی مفید قدم اُٹھائے تو انشاء اللہ دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرنے میں کوئی توقف روا نہیں رکھیں گے۔

پیش لفظ برائے طبع اول

آج سے کم وبیش بیس سال پہلے جبکہ میں چکوال کے ایک دینی مدرسہ میں اُستاد کی حیثیت سے فنون واحادیث کی کتابیں پڑھاتا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے صدر مفتی مولانا سیف اللہ صاحب کی طرف سے اُنہیں کا مرتب کردہ ایک رسالہ بہ نام ''**کشف الغطاء عن تبلیغ النساء**'' اس فرمائش کے ساتھ موصول ہوا کہ میں اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس سے متعلقہ اپنے تاثرات کو بصورتِ تقریظ قلم بند کرلوں۔ میں نے مطالعہ کے بعد اس پر تقریظ لکھ لی اوراس میں بالخصوص تبلیغی جماعت کے سہ جہتی غلو کا ذکر کیا۔

1۔ اول یہ کہ تبلیغی دوست اُن کے مروّجہ طریقہ تبلیغ کے مطابق بسترہ اُٹھا کر قریہ قریہ اور مسجد مسجد گھومنے پھرنے کے سوا کسی دوسرے طریقے سے تبلیغ کرنے کے قائل نہیں۔

2۔ دوم یہ کہ تبلیغ کے جوش میں جہاد کی اہمیت کم کرنے بلکہ اس سے نفرت وانکار کی روش پر گامزن ہیں۔

3۔ سوم یہ کہ تبلیغ مردوں سے گزر کر عورتوں میں بھی پہنچ گئی ہے اور تبلیغی جماعت کے زیر اہتمام اور سرپرستی میں اب عورتوں کی تبلیغی جماعتیں بھی نکلنی شروع ہوگئی ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تبلیغیوں کا یہ رویہ ابتداً بننے لگا تھا یا پہلے بنا تھا لیکن ہمیں ابھی تک اس کا بہت زیادہ احساس نہیں ہوا تھا۔

غالباً ۲۰۰۰ء میں میں پہلی دفعہ حج پر گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں اپنے بچوں کے لیے گرم کوٹ خریدنے کے لیے ایک دوکان پر گیا دوکاندار اپنی وضع قطع سے ہندوستانی معلوم ہو رہا تھا، یاد نہیں کہ کس مناسبت سے اُس نے مجھ سے پوچھا کہ جماعت کے ساتھ بھی کچھ کام کرتے ہو؟ چونکہ اس وقت تک تبلیغیوں کی یہ غالیانہ سرگرمیاں بہت واضح اور حد درجہ تکلیف دہ حد تک پہنچی ہوئی تھیں لہٰذا میں نے بہت کرخت اور کسی قدر غصیلے انداز سے کہا، ہرگز نہیں۔

دوکاندار میرے اس انداز پر چونکا اور بہت نرم لہجے سے کہا کہ کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ اس جماعت میں سخت غلو پیدا ہو گیا ہے دوکاندار خلاف توقع کھلکھلا کر ہنسنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے اُس کے دل کی بات کہی ہو اور پھر کہنے لگا کہ آج سے کئی سال پہلے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب یہاں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ فرماتے تھے کہ بہت اچھی جماعت ہے لیکن دُعا کریں غلّو کا شکار نہ ہو میں نے کہا کہ بس جو اندیشہ تھا وہ ہو کر رہا۔

اس زمانے میں افغانستان میں طالبان کی امارت اسلامیہ قائم تھی پوری اسلامی دُنیا میں اہل ایمان کو بڑی خوشی تھی اور وہ طالبان امارت کے

لیے دُعائیں اور اس پر فخر کرتے تھے لیکن جماعت کے لوگوں کو نا معلوم کیوں اُن سے چڑتھی جس کا اظہار مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے ہوتا رہتا تھا۔

امارت اسلامی کے سقوط پر جہاں اہل ایمان حد سے زیادہ مغموم اور کبیدہ خاطر تھے وہاں تبلیغی دوستوں کو نہ صرف یہ کہ اس پر کچھ زیادہ افسوس نہیں تھا بلکہ اس کو اپنے طریقے کی حقانیت کی دلیل بناتے تھے کہ ہم نہیں کہتے تھے کہ جہاد سے کچھ نہیں بنتا دعوت وتبلیغ سے ساری دُنیا میں اسلام پھیلے گا اور پھر تو بہت عرصے تک ہر بیان وتقریر میں طنز وتعریض سے باز نہیں آتے تھے۔ گو میں جو کچھ کہتا ہوں وہ میرے آس پاس کے تبلیغیوں کے رویّے کی بنا پر کہتا ہوں لیکن عام طور پر دوسرے علماء سے بھی اسی قسم کی شکایات سنتا تھا اور اب تو بہت سے حساس اور ذمہ دار علماء کی متعدد تحریریں میرے سامنے آئی ہیں اور ان سب نے یہی رونا رویا ہے کہ یہ مولانا الیاس صاحب کے نام لیوا، کن راہوں پر چل پڑے ہیں اور ان کے اکابر واصاغر کیونکر کفر کے ایجنڈے کی تکمیل میں کوشاں ہیں کفر کا ایجنڈا ابھی تو بہت عرصے سے یہی ہے کہ اس اُمت میں جہادی جذبے کو مضمحل کیا جائے، قرآن سے اس کو منقطع کیا جائے اور ان کی عورتوں کو جلوت کا راستہ دکھا کر آوارہ کیا جائے اور یہی کام آج کی تبلیغی جماعت بہت بڑے پیمانے پر سرانجام دے رہی ہے۔ بہت عرصے تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ ان میں اکثر جاہل اور ان پڑھ ہیں یہ سب کچھ غیرا

رادی طور پر ہو رہا ہے لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ ان کو اس سلسلے میں سمجھایا جائے لیکن بہت سے علماء نے اس کا تجربہ کیا لیکن بے سود۔ میں نے کراچی کے کئی علماء کے بارے میں سُنا کہ انہوں نے اُن کی سرگرمیوں کے ان منفی نتائج سے اُن کو بڑی دردمندی اور سلیقے سے آگاہ کیا رائے ونڈ میں ان کے بزرگوں سے ملے لیکن بزرگوں نے عام طور پر یہ جواب دیا کہ آپ لوگوں کو اس طریقے کی برکات معلوم نہیں تبلیغ میں چل کر دیکھو تو تمہارے اعتراضات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

میرے اُستاد محترم مولانا حمید اللہ جان صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ کا تو رائے ونڈ میں آنا جانا ہوتا رہتا ہے (واضح رہے کہ مولانا محترم رائے ونڈ کے مدرسہ کے امتحانات میں بحیثیت ممتحن بارہا تشریف لے گئے ہیں) کبھی آپ نے اُن کے اس اِفراط اور غلو پر ان سے بات نہیں کی۔ فرمایا کہ میں نے کئی بار ان کو متوجہ کیا ہے وہ میرے سامنے تو اپنی غلطیوں کا اقرار اور اس کے اِزالے کا وعدہ بھی کر لیتے ہیں لیکن عملاً کچھ نہیں کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ تو میں نے ان کے بلانے کے باوجود بطور احتجاج اُن کے پاس جانے سے انکار بھی کر دیا۔

ایک موقعہ پر میں نے اپنے ایک مولوی ساتھی (جو تبلیغی بھی تھا) کے سامنے جماعت کی یہ کمزوریاں بیان کیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جماعت

اب اُس مقام پر پہنچی ہے کہ اس سے سر ٹکرانا اپنے ہی سر کو پھوڑنے کے مترادف ہے۔

ایک لمبے عرصے تک میں تبلیغی دوستوں کے اس مفرطانہ طرزِ عمل پر بہت سخت کڑھتا رہا اور "نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن" کی صورتحال سے دوچار رہا لیکن بالآخر اس احساس کے ساتھ اُن کی بھرپور مخالفت پر کمر بستہ ہوا کہ اگر ہم سب اس طرح سے اغماض کا رویہ برتتے رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین اور تقویٰ کے روپ میں ملّت اسلامیہ کے بنیادوں کو ہلانے کا یہ عمل ایسے ہی جاری رہے گا اور بالآخر لاکھوں سادہ لوح مسلمان اصل دین کے خلاف ایک متوازی من گھڑت دین کے پُرجوش پیروکار بنیں گے اور ان سب کا وبال اُن لوگوں کے سر ہوگا جو جانتے بوجھتے اس فتنے کا راستہ روکنے سے اپنے مصالح کی بدولت ہچکچاتے ہیں۔

اس رسالے کے شروع کرتے وقت تبلیغی جماعت کے بارے میں دوسرے اہل علم کی مخالفانہ تحریروں سے بہت کم آگاہ تھا لیکن اس کے اختتام تک بہت کافی کتابیں نظر سے گزریں [1] اور ان کتابوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو میں نے اس رسالے میں لکھا ہے۔ لہٰذا میری یہ باتیں کوئی انکشاف کا درجہ نہیں رکھتیں بلکہ دوستوں کے بارے میں وہ مشہور و معروف باتیں ہیں۔ جس کو اب ہر عام و خاص جانتا اور سمجھتا ہے۔ اس رسالے میں زیادہ حوالوں کا

[1]: یہ رسالہ میں نے فارغ اوقات میں وقفوں وقفوں کے ساتھ کم و بیش دو مہینوں میں پورا کیا ہے۔

بھی اہتمام نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس کی تمام باتیں سب لوگوں کو عام طور پر معلوم ہیں لہٰذا کسی استناد کی محتاج ہرگز نہیں ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک تو صورتحال یہ تھی کہ کسی نے تبلیغی جماعت کے بارے میں کوئی مخالفانہ بات لکھی تو بہت سے تبلیغی دوست تیر و تفنگ سے مقابلے کے لیے میدان میں اُترتے لیکن شاید اب اس سے کام نہ چلے جماعت کے اکابر اور اصاغر دونوں گروپ خوب سوچ لے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کفر کے ایجنڈے کو تقویّت دینے کی روش یکسر ختم کی جائے دینی مسلّمات کو مشتبہ بنانے کی سرگرمیاں روک لی جائیں اور اہل علم کے تحفظات کو باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے ختم کرنے کی سبیل نکالی جائے ورنہ پھر اہل علم کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس طیب الاصل اور خبیث الفرع درخت کی نہ صرف مزید آبیاری سے ہاتھ کھینچ لیں بلکہ اس کی فساد زدہ شاخوں کو تاک تاک کر فوری طور پر کاٹنے سے دریغ ہرگز نہ کریں ورنہ پھر اپنے فرض میں کوتاہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆

تبلیغی جماعت کے ساتھ اولین تعارف

ماہ وسال کا تعین تو مشکل ہے لیکن کچھ قرائن سے اندازہ ہے کہ میں ہائی سکول کے کسی جماعت میں پڑھتا تھا اور غالباً ۱۹۶۰ء کے کچھ آگے پیچھے کا زمانہ تھا قبلہ والد صاحب مدرسہ معراج العلوم بنوں میں پڑھایا کرتے تھے اور صبح نماز فجر کے بعد چائے پی کر (اس زمانے میں ہمارے ہاں دیہاتوں میں آج کے مروجہ ناشتے کا کوئی تصور نہ تھا) کسی ٹانگے وغیرہ کے ذریعے کم وبیش پانچ میل کی مسافت طے کر کے بنوں شہر کے جنوب مشرق میں واقع ہندوؤں کے ایک متروکہ مندر میں بنے ہوئے دینی ادارے مدرسہ معراج العلوم روزانہ آیا جایا کرتے تھے وہ عام طور پر موسم گرما میں اوقات درس کے ختم ہونے پر بارہ بجے کے قریب اور موسم سرما میں قبل العصر واپس تشریف لے آتے تھے۔

ایک دن بعد العصر دو بزرگ بنوں شہر سے تشریف لے آئے جن میں سے ایک کا چہرہ مہرہ دوسرے کی نسبت سے زیادہ نورانی اور پُر وجاہت معلوم ہوتا تھا غالباً میرے استفسار پر والد صاحب مرحوم نے بتایا کہ ان میں سے ایک بنوں تبلیغی جماعت کے امیر حاجی نائب خان صاحب ہیں اور دوسرے بزرگ کراچی سے تشریف لائے ہیں اور وہ بھی وہاں کے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں اگرچہ آج کل تو تبلیغی جماعت میں، جماعت سے باہر کے علماء کے ساتھ ملنے جلنے کی رسم بہت حد تک متروک ہے لیکن اس

ابتدائی ملاقات وتعارف کے بعد والے تجربات سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اس زمانے میں جماعت کے اندر بہت زیادہ مستحکم تھی۔

بہر حال رات دیر تک والد صاحب اوران کے درمیان باتیں ہوتی رہیں لیکن میں ایسے موقعوں پر اکثر وبیشتر مہمانوں کی مہمان نوازی کے کاموں میں مشغول ہوتا تھا اس لیے اس مجلس کے خاص باتوں کا علم نہ ہوسکا لیکن فی الجملہ اس پُرخلوص آمد، اہل علم سے عقیدت ومحبت اور دینی درد کے حوالے سے ان سے میل جول کی سرگرمیوں سے بہت متاثر ہوا۔اس کے بعد معلوم نہیں کتنے عرصے کے بعد ایک دن قبلہ والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہمارے قریب میں واقع ایک گاؤں کی مسجد میں ایک جماعت آئی ہوئی ہے آج رات ان کے پاس کھانا لے جانا ہے۔ چنانچہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی والد صاحب کے ہمراہ کھانا لے کر وہاں پہنچے لیکن جماعت سے ملاقات، ان کے پاس کتنا وقت گزارا، اور کیا کیا باتیں ہوئیں کچھ بھی یاد نہیں۔

بنوں تبلیغی مرکز کے ساتھ رابطہ
اور
امیر صاحب کے ساتھ ملاقات

۱۹۶۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول نمبر۲ بنوں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر والد صاحب مرحوم کے حکم اور انتظام کے تحت علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے سفر پر نکلا اور پہلی دفعہ شمالی وزیرستان کے ایک دینی مدرسے، مدرسہ

حسینیہ نورک میں داخلہ لیا یہ مدرسہ اسی سال قائم ہوا تھا اور جانی خیل وزیر کے موضع ہندی خیل کے ایک لائق مدرس مولانا محمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی اس میں بحیثیت استاد تقرری ہوئی۔ مولانا مرحوم تین چار مہینے سے ہمارے ہاں قیام پذیر تھے اور ہمارے جد محترم کے تعمیر کردہ مسجد اور اسی کے ساتھ متصل حجرے میں، یہیں ان کے ساتھ مقیم وزیرستان وغیرہ کے بارہ تیرہ طلبہ کو نجی طور پر اسباق پڑھانے لگے تھے بہر حال عید الفطر کے بعد غالباً شوال کے ابتدائی عشرے کے کسی تاریخ میں، میں اور ایک دوسرے طالب علم احمد حنان آف وانا، مولانا مرحوم کے ساتھ اس مدرسے میں گئے اور ابتدائی کتابیں پڑھنے لگے جب دین کی کچھ شدبد پیدا ہونے لگی اور اپنے ماحول اور اردگرد کی ابتری کا تھوڑا بہت احساس ہونے لگا تو لازمی طور پر خدمت دین کا داعیہ حرکت کرنے لگا چنانچہ ایک دفعہ بنوں شہر کے قدیمی ڈسٹرکٹ جیل (جو اَب یہاں سے چھ سات کلومیٹر کے فاصلے پر بنوں ٹاؤن میں منتقل ہوگئی ہے) کے ساتھ لگے ہوئے ایک چھوٹی سی مسجد (سپلائی مسجد جو اب ایک بڑی عالی شان مسجد میں تبدیلی ہوگئی ہے) میں قائم تبلیغی مرکز کے شب جمعہ میں پہنچ گیا اور غالباً بیان کے بعد وہاں کے امیر صاحب سے خصوصی طور پر اس درخواست کے ساتھ ملاقات کی کہ ہمارا علاقہ داؤد شاہ مرکز کے قریب ہی واقع ہے لیکن ''چراغ تلے اندھیرا'' کے بموجب یہاں جماعت کی کوئی سرگرمیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ بہت مناسب ہے کہ وہاں چند ایسے

ساتھیوں کو دعوت کا کام کرنے کے لیے بھیجا جائے جو تقریر و بیان کا اچھا خاصا سلیقہ بھی جانتے ہوں امیر صاحب نے (جو کوہاٹ کے رہنے والے اور بنوں فوڈ کنٹرول کے محکمے سے وابستہ تھے) بہت پیار اور محبت سے سمجھایا کہ اس کام کے لیے گہرے دینی درد کی ضرورت ہے۔ تقریر کا ملکہ حاصل ہونا کوئی شرط نہیں جس سے مجھے اپنی درخواست کے اس مخصوص جز پر کسی قدر خفت اور شرمندگی محسوس ہوئی بہرحال میں واپس آیا اور دعوت دین کی قدر و ضرورت کا پہلے سے نسبتاً کچھ زیادہ جذبہ پیدا ہوا، اس کے بعد عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت کے ساتھ کسی خاص تعلق یا آمدورفت کا کوئی خاص واقعہ یاد نہیں آتا تا آنکہ ۱۹۷۱ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درس نظامی سے فراغت کی سند حاصل کی اور درس و تدریس کے کام میں مشغول ہو گیا۔

تبلیغی جماعت کے ساتھ جزوی تعلق اور تأثرات

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے دو سرگرم ارکان سے میرا میل جول بڑھتا رہا جن میں سے ایک کا نام دلفراز خان تھا جو اگرچہ سکول میں میرا ہم جماعت تو نہیں تھا لیکن گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ بنوں میں دوران تعلیم اس کو بھی کسی جماعت میں پڑھنے کے لیے آتے جاتے دیکھتا تھا وہ ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا گھر سکول سے قریب ہی ہسپتال مسجد کے آس پاس میں واقع تھا دوسرے کا نام آفتاب عالم خان تھا یہ میرے ایک چچازاد بھائی کا خالہ زاد تھا سکول کے زمانے کے بعد اس میں تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے

بہت بڑی اور دینی نقطہ نظر سے بہت خوشگوار تبدیلی آئی تھی اور اب وہ ایک صالح نوجوان کے روپ میں ظاہر ہو گیا تھا اس کا گھر بھی سکول سے قریب ہی موضع سوکڑی میں واقع تھا اور وہ بھی ایک کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ ہمارے اور ان کے تعلقات فقط اور فقط ان کی صالحیت اور نوجوان علماء کی طرف ان کی رغبت و میلان کی بنیاد پر استوار تھے اور اسی بنیاد پر وہ میری بڑی آؤ بھگت اور اچھی خاصی خاطر داری کیا کرتے تھے۔ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء کے آگے پیچھے کے زمانے میں، میں لاہور کے مختلف مدارس میں پڑھاتا رہا اور چونکہ آفتاب عالم خان کی اکثر و بیشتر کاروبار کے سلسلے میں لاہور آنا جانا ہوتا تھا لہذا وہ کسی قدر رشتے اور زیادہ تر اس دینی تعلق کی بنیاد پر مجھ سے بھی لاہور آمد کے موقع پر عام طور پر ملاقات کیا کرتے تھے اور ان ملاقاتوں میں ایک تبلیغی چلہ لگانے کی بھرپور ترغیب بھی دیا کرتے تھے انہیں سالوں میں جبکہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر انتظام چلنے والے ایک دینی ادارے دارالعلوم دینیہ چوک یتیم خانہ لاہور میں ناظم دارالاقامۃ تھا اور ایک دوسرے مدرسے میں پڑھانے کے لیے آیا جایا کرتا تھا تبلیغی جماعت کا سالانہ اجتماع ہونے لگا اور اتفاق سے دارالعلوم دینیہ کے انتظامیہ سے میرا نباہ اسقدر متاثر ہوا کہ مجھے وہاں سے برخاست کیا گیا تو میں نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے تبلیغی اجتماع میں شرکت کرتے ہوئے وہاں سے چلنے کا پروگرام بنایا اور بالآخر آفتاب عالم خان کی محنت و محبت سے تبلیغی سفر پر نکل گیا۔

ہم حیدرآباد سندھ گئے اور وہاں سے ٹنڈو آدم، کنڈیاری وغیرہ سے ہوتے ہوئے بڑی عید کے موقعہ پر تحصیل کھپرو ضلع سانگھڑ کے مرکزی شہر کی

مرکزی جامع مسجد میں جا وارد ہوئے اس پورے پیدل سلسلۂ سفر میں ٹنڈو آدم شہر کی صفائی وہاں کی مسجد اور مدرسے کے ماحول سے بہت متاثر ہوا اور چونکہ لاہور سے درس وتدریس کا تعلق منقطع ہو چکا تھا اس لیے قدرتی طور پر اس مسجد و مدرسے سے تعلق بن جانے کی آرزو پیدا ہوئی لیکن اس کا کسی درجے میں بھی اظہار نہیں کیا لیکن کھپرو کے سفر تک اس ماحول کی یادیں آتی رہیں۔

ٹنڈو آدم سے کھپرو تک کے سفر میں ایک دن یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مجھے قریبی گزرے ہوئے رمضان مبارک کے کئی روزوں میں شک لاحق ہوا یہ شک ایک فقہی مسئلے کی بنیاد پر تھا میرا ارادہ ہوا کہ ان روزوں کی قضاء اسی مبارک سفر کے دوران ہی کرلوں چنانچہ میرا دوسرا یا تیسرا روزہ تھا کہ ٹنڈو آدم سے ہماری نصرت کے لیے ایک جماعت پہنچ گئی چونکہ سردی کا موسم تھا دن چھوٹے تھے لہذا روزے کی وجہ سے بھوک پیاس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اس لیے میں اذان کے ساتھ ہی کھجور یا پانی کے ساتھ روزہ افطار کرلیا کرتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھ کر بیان میں شرکت کرنے کے بعد ساتھیوں کے نظم کے مطابق انہیں کے ساتھ کھانا کھالیا کرتا تھا اس دن یاد نہیں کہ کن ساتھیوں کا کھانا وغیرہ پکانے کا نمبر تھا۔ بہر حال اذان سے تھوڑی دیر پہلے ایک ساتھی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کے لیے ایک چپاتی پکائی ہے نماز کے بعد آپ تیار شدہ سالن سے ایک رکابی میں ڈال کر یہ چپاتی کھالیں۔ میں نے نماز کے بعد اسی طرح کیا جماعت والے مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے ہال میں اندر بیان سن رہے تھے میں چپاتی کھانے کے بعد کچھ بوجھل سا ہونے لگا لہذا ہال کی دیوار کو ٹیک لگا کر باہر برآمدے میں بیٹھا بیان سننے

کی کوشش کرتا رہا لیکن بیان کے ایک آدھ لفظ کو سمجھ جاتا پورا بیان سننے اور سمجھنے سے قاصر رہا بیان کے بعد کھانے کے لیے دستر خوان بچھ گیا اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑا تھوڑا کھانے لگا۔ اس دوران امیر صاحب نے (جو ضلع میانوالی قصبہ پیپلان کے رہنے والے تھے) نے بالخصوص مجھے مخاطب کر کے فرمایا مولانا! کیا خوب بیان تھا میں نے عرض کیا کہ ہاں لب و لہجے سے تو بہت پرکشش معلوم ہو رہا تھا لیکن میں اسے پوری طرح سے سن اور سمجھ نہیں سکا انہوں نے تعجب اور کسی قدر غصے کے انداز میں پوچھا کیوں؟

تو میں نے روزے، افطار، بوجھل پن اور باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگانے کی تفصیل بیان کی تو وہ خلاف توقع غیر معمولی طور پر بھڑک اُٹھا اور مجھے بُری طرح سے ڈانٹا کہ تم روزوں کے لیے آئے ہو یہ تو تم نے بہت غلط کام کیا اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے میں بالکل خاموش رہا اور ردِ عمل میں ایک لفظ بھی نہیں کہا لیکن دوسرے کئی ساتھی امیر صاحب کے اس رویّے پر سخت مشتعل ہوئے اور انہوں نے امیر صاحب کو نہ صرف کھری کھری سنائیں بلکہ اسے امارت سے معزول کرنے کی مہم بھی چلانی شروع کی معلوم نہیں ایسے موقعوں پر اپنی طبعی جلالیت (جس پر بعد میں ہمیشہ ندامت رہتی ہے) کے علی الرغم یہ کیسا مبارک اور خیر و برکت کا سفر تھا کہ میں نے اس مہم میں نہ صرف یہ کہ ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ اس لیت ولعل سے کہ ابھی چلّے کے چند ہی روز تو باقی ہیں ان کے لیے موجودہ نظم کو توڑ پھوڑ کر نیا نظم بنانا کسی طرح بھی مناسب نہیں، ان کو بھی اس مہم کو منطقی انجام تک پہنچانے سے باز رکھا تاہم تعلقات بہت متاثر ہوئے اور عملاً

جماعت بے امارت ہوئی اور بقول اقبال مرحوم نقشہ کچھ یوں بنا:

زِ کارِ بے نظام او چہ گویم		تو میدانی کہ ملت بے امام است

ہماری نصرت کے لیے آئی ہوئی جمات نے ٹنڈو آدم کے تبلیغی دوستوں کی طرف سے یہ خواہش اور فرمائش بھی پہنچائی کہ تمہاری جماعت واپسی پر دوبارہ ٹنڈو آدم آجائے اور ہمارے ساتھ ایک رات گزار کر جازم لاہور ہو، جماعت کے کئی ساتھیوں نے بتایا کہ میر پور خاص میں ایک بزرگ صاحب حضوری ہیں چاہیں تو اس سے ملتے چلیں پہلے تو میں صاحب حضوری کے لفظ پر چونکا کہ اس کا کیا مُطلب ہے اس سے پہلے میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا بتایا گیا کہ صاحب حضوری وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کو ہر رات خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوتا ہے مجھے اس کو دیکھنے کا بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہوا جماعت کے ساتھیوں میں اس پر اختلاف ہوا امیر صاحب کا اصرار تھا کہ ہم صاحبان حضوری کے پیچھے گھومنے پھرنے کے لیے نہیں آئے ہیں کئی ساتھیوں کی بھرپور خواہش تھی کہ ضرور بالضرور ان سے مل کر جائینگے۔ اپنی بھی یہی رائے تھی کہ اگر جاتے جاتے اس کی ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہو جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے (امیر صاحب کے اس قسم کی باتوں کی اس وقت سمجھ نہیں آرہی تھی اب آگئی ہے آئندہ کے مباحث میں آپ کو بھی اس کی توجیہ سمجھ آجائیگی) ہم سب گھر سے نیکی کا جذبہ لے کر نکلے ہیں ایسے بزرگوں کی ملاقات بھی ایک نیکی ہے تو کیوں خواہ مخواہ اس نیکی کے موقع کو مس کیا جائے بہر حال واپسی کے پروگرام میں ان سے ملنا بھی طے پایا۔

راستے کے سفر میں نصرت والی جماعت کا ایک ساتھی میرے ساتھ ہی

سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا میں (جیسے کہ عام طور پر میری عادت ہے) بس وغیرہ کے سفر میں مناظر قدرت میں غور وفکر سے محظوظ ہوتا رہتا ہوں کہ اچانک اس نے باتیں شروع کیں کہنے لگا کہ آپ تو مدارس میں درس وتدریس کے مراحل سے ہو گزرے ہیں وہاں کا ماحول اور کیفیات بھی دیکھے ہیں اور اب تبلیغی چلے کے اختتامی دنوں میں چل رہے ہیں بتاؤ اس راستے میں تم نے کیا محسوس کیا (اس وقت تو میں محسوس نہیں کر سکتا تھا لیکن اب محسوس کر رہا ہوں کہ مقابلے میں مدارس کا ماحول ذکر کرنے میں دوست کا کیا منشاء تھا) میں سمجھ گیا کہ میرا ساتھی مجھ سے مروجہ تبلیغ کی تعریف اور ستائش میں کچھ سننا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ نظری طور پر تو اپنے آپ کو پہلے بھی دینی لحاظ سے کمزور اور قصوروار سمجھتے تھے لیکن اب گویا اپنی کمزوری اور قصورواری بہت واضح انداز سے سامنے آگئی ہے۔

بہرحال میر پور خاص پہنچ کر اُس بزرگ سے ملاقات ہوئی لیکن نا معلوم کیوں مجھ پر غیر معمولی گریہ طاری ہوگیا جس کی وجہ سے مجلس میں گم سُم بیٹھا کوئی بات نہ کہہ سکا غالباً گریہ کی وجہ یہ تھی کہ کچھ خوش نصیب لوگ تو ہر رات حضور علیہ السلام کی دیدار سے شرف یاب ہوتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ زندگی بھر نبی علیہ السلام کی خواب میں ایک دفعہ بھی دیدار نصیب نہیں ہو سکی۔

وہاں سے واپس ٹنڈو آدم کی اسی جامع مسجد میں دوبارہ پہنچے جس سے پہلی دفعہ ٹنڈو آدم آکر رات گزارنے کے بعد روانہ ہوئے تھے اور ہاں روانگی کی اسی رات اس مسجد میں تبلیغیوں کا علاقائی جوڑ بھی تھا جس کے لیے رائیونڈ سے کسی بزرگ نے خصوصی طور پر آنا تھا اور جب اُس کی آمد میں تاخیر ہوگئی تو مقامی

دوستوں نے ہماری جماعت کے امیر سے پوچھا کہ تمہاری جماعت میں کوئی عالم نہیں جو بزرگ کی آمد تک مجمع کو مصروف رکھ سکے امیر صاحب نے میری نشاندہی کی اور اس طرح سے مجھے وہاں بیان کرنا پڑا تھا ٹنڈو آدم میں رات گزار کر صبح کی نماز پڑھ کر ابھی صف میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف متوجہ کیا کہ امیر صاحب اور کچھ دوسرے مقامی ساتھی آپ سے خصوصی ملاقات کے لیے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں میں اُٹھا اور ان کے حلقے میں جا کر بیٹھ گیا خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد امیر صاحب نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لاہور سے تدریسی تعلق ختم کر کے چلے پر نکلے ہیں ہم نے ٹنڈو آدم سے کھیپر و تک کے سفر کے سارے حالات و واقعات سے اپنے آپ کو باخبر رکھا ہے ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے ہاں مدرسہ مدنیہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں جیسے کہ میں نے پہلے بتلایا ہے کہ یہاں پہلی دفعہ آمد کے موقع پر بعینہٖ اسی طرح کی آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی تھی سو اس آفر سے بہت خوشگوار حیرت ہوئی میں نے عرض کیا کہ لاہور جا کر فیصلہ کرونگا اور پھر آپ لوگوں کو اطلاع دیدوں گا مقامی دوستوں نے نہ صرف دن کو ہماری پرتکلف دعوت کی بلکہ رات کا کھانا بھی تیار کر کے شام کو ریل سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر پہنچایا، روانگی کے وقت امیر صاحب نے خصوصی شفقت اور محبت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم آپ کی طرف سے اطلاع کے منتظر رہیں گے اور ہمیں اُمید ہے کہ آپ ہماری خواہش کا لحاظ کرینگے۔ لاہور واپس آکر سوچنے لگا تو ٹنڈو آدم کی دوری کا بہت شدید احساس ہوا چنانچہ آمد و رفت کی صعوبتوں کی وجہ سے معذرت کا خط لکھ دیا۔

لطیفہ:

ریل کے سفر میں مجھے پیٹ میں شدید درد محسوس ہوا جس سے سخت بے قرار ہوا میرے چلّے کے ایک ساتھی عبدالقیوم کشمیری جو میرے ساتھ ہی لیٹے ہوئے تھے ان کو میرے درد کی بابت معلوم ہوا تو معوذتین کی تلاوت کر کے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر پیٹ پر پھیرتے ہوئے ناف تک لے گیا اور جونہی ہاتھ اُٹھانے لگا تو ایسا محسوس ہوا کہ درد اس کے ہاتھ ہی کے ساتھ اُٹھ گیا ہم دونوں پھر سو گئے رات کے آخری پہر میں جاگا تو عبدالقیوم کو سخت بخار چڑھا تھا اور وہ پسینے میں شرابور تھا میں نے بڑے اعتماد سے معوذتین پڑھنے شروع کئے اور اُس کے ماتھے، سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا مجھے پوری توقع تھی کہ میرا ہاتھ اُٹھاتے ہی اس کا بخار بھی اُٹھ جائیگا لیکن بخار ٹس سے مس نہیں ہوا اس کے بعد میں نے اور کئی سورتیں تلاوت کیں لیکن بخار نے آخر تک کوئی اثر قبول نہیں کیا جس پر سخت ندامت اور مایوسی ہوئی کہ پروردگار! ایک اُمی کے معوذتین پڑھنے سے تو پیٹ کا درد ختم ہو گیا اور ایک مولوی کی لمبی چوڑی قرآنی آیات کی تلاوت سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

لاہور واپسی کے سفر میں جماعت کی اندرونی ناگفتہ حالت اور ابتری پر سب ساتھیوں کو تھوڑا بہت احساس تو تھا ہی لیکن امیر صاحب کو امارتی ذمہ داریوں کے حوالے سے سب سے بڑھ کر احساس تھا وہ ریل میں دو تین دفعہ میرے پاس آیا اور اس کا تدارک کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ رائے ونڈ پہنچنے سے پہلے پہلے کسی قریبی اسٹیشن پر سارے ساتھی اُتر جائیں ان سب کو میری طرف سے چائے کی دعوت دیں آپ ان سب کو اُترنے اور دعوت میں شرکت پر آمادہ کرلیں اور پھر اسی

دعوت کے دوران ہمارے درمیان صلح صفائی اور معافی تلافی کرا لیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ساتھی اس تجویز پر متفق ہو گئے اور یہ ساری کارروائی بحسن وخوبی انجام پائی۔

اب تو معلوم نہیں لیکن اس زمانے میں رائیونڈ میں یہ روایت چلتی تھی کہ تبلیغی سفر سے واپسی پر وہاں کے اکابر جماعت کے کسی فرد کو ممبر کے قریب کھڑا کر کے سفر کی کارگزاری سنواتے تھے اس کارگزاری کو سنانے کے لیے میرا نام تجویز ہوا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ امیر صاحب کی شکایت کرونگا اور یہ کہونگا کہ رائیونڈ کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ امیر کے انتخاب میں خصوصی احتیاط سے کام لیں اور ہرایرے غیرے کو جماعت پر مسلط نہ کریں میں نے اس شرط کے ساتھ کارگزاری سنانے سے انکار کیا اور کسی دوسرے کو یہ ذمہ داری سونپنے کو کہا لیکن پھر بالآخر اس شرط کے بغیر مجھے ہی کارگزاری سنانی پڑی۔ لاہور واپسی کے بعد اپنے معمول کی مصروفیات درس وتدریس اور امامت خطابت کے کاموں میں جت گیا اور ایک عرصے تک تبلیغ کے مروجہ طریقے سے دلچسپی اور ہمدردی برقرار رہی۔

اسی تعلق سے لاہور میں قیام کے دوران کئی دفعہ علمائے کرام کی خصوصی جماعات کے ساتھ کئی سہ روزے لگانے کی بھی نوبت آئی اس سلسلے میں گجرانوالہ، فیصل آباد اور راولپنڈی میں علماء کے ساتھ خصوصی سہ روزے۔ گے جن میں کئی ایک نامانوس تجربات بھی ہوئے مثلاً ایک موقعہ پر راولپنڈی میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب کے مدرسے جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں سہ روزہ پر تھے پانی کے مطالبے پر آم کے جوس کا بھرا ہوا گلاس ملتا تھا میں نے کہا کہ ہم تبلیغ

میں اس لئے بھی آتے ہیں کہ یہاں ذرا سادگی اور تھوڑے بہت مجاہدے کی عادت بنائیں تبلیغی ساتھی میرا مطلب سمجھ گئے ان میں سے ایک نے بہت غصیلی انداز میں مجھے مخاطب کرکے فرمایا: ''کھاؤ پیو اور کام کرو'' اس کے بعد اس قسم کی بات کی پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی۔

مدرسہ اسلامیہ میں ظہر کے بعد ہر تین چار ساتھیوں کو خصوصی گشت کے لیے ایک ایک گاڑی مہیا کی گئی میرے ساتھ عام طور پر ایسے موقعوں پر مولوی سہیل اور مولوی اویس ہوا کرتے تھے اول الذکر پاکستان تبلیغی جماعت کے ایک سابق امیر بابو بشیر صاحب کے فرزند تھے اور ثانی الذکر لاہور ہی کے کسی تاجر خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس خصوصی گشت میں ہم نے جس محلے میں گشت کرنا شروع کیا اور جس کے ہر گھر کے دروازے پر دستک دیتے تھے انہیں گھروں میں جماعت اسلامی پنجاب کے سابق امیر مولانا فتح محمد صاحب کا گھر بھی تھا ہمارے دستک پر موصوف گھر سے نکلے بہت تپاک سے ملے اور آمد پر بہت شکریہ ادا کیا، ہمارے متکلم صاحب نے (جو اَب یاد نہیں کہ میں تھا یا کوئی اور) بات ختم کی تو مولانا صاحب بولنے لگے کہ آپ کی طرح ہم بھی الحمدللہ دین کے ایک شعبے میں خدمت کا کام کرتے ہیں انہوں نے غالباً قادیانیوں کے خلاف اپنے کئی عدالتی مہمات کا ذکر کیا لیکن اس کی بات کو کاٹتے ہوئے ساتھیوں نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا مجھے یہ انداز بہت بُرا اور نامناسب محسوس ہوا اور بعد میں ساتھیوں سے کہا کہ اگر آپ دوسروں سے سننے کی توقع رکھتے ہیں تو ان کی بات سننے کی بھی تھوڑی بہت زحمت اُٹھانی پڑے گی یہ کیا بات ہوئی کہ اس کو تو اپنی بات

سنانے کے لیے باادب اور خاموش کھڑا کرنے پر مجبور رکھا اور جب اس کے جذبات کی باری آئی تو آپ ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھیں۔

فیصل آباد سہ روزے کے دوران وہاں کے ایک مشہور مدرسے میں وارد ہوئے بعد المغرب کا بیان میرے سپرد ہوا نماز فجر باجماعت پڑھ کر ہم وہاں کی مسجد کے برآمدے میں بیٹھے اشراق کا انتظار کرنے لگے اور ادھر اُدھر کی تھوڑی بہت باتیں بھی ہو رہی تھیں مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب مدرسے سے متصل کمرے سے برآمد ہوئے اشراق پڑھ کر ہم سے مخاطب ہوئے باتوں باتوں میں پوچھا کہ رات بیان کس کا ہو رہا تھا ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا تو خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے اپنے کمرے میں تشریف لے گئے ہمارے درمیان مشورہ ہونے لگا کہ مدرسے کے طلباء واساتذہ اور تمام اہل کار جمع ہونگے ان کے سامنے بیان کس کا ہونا چاہئے غالباً میں ہی اس جماعت میں مولوی تھا سب نے مجھے ہی بیان کرنے کے لیے تجویز کیا لیکن میں نے یہ کہتے ہوئے صاف انکار کیا کہ اتنے بڑے بڑے علماء اور خاص کر شیخ الحدیث صاحب کے سامنے کچھ کہنے کا میرے اندر یارا ہرگز نہیں مجبوراً جماعت والوں نے ایک دوسرے طویل اوقات لگائے ہوئے بزرگ کو منتخب کیا یہ بیان تو مدرسے کے کئی اسباق ہو جانے کے بعد ہونا طے پایا۔ جب مدرسے کے اسباق شروع ہوئے تو میں نے حسب عادت (کہ جس مدرسے میں چلا جاؤں وہاں کے بڑے بڑے علماء کے درس میں بیٹھنے کا بہت شوق ہوتا ہے) شیخ الحدیث صاحب کے درس میں بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا کئی دوسرے ساتھیوں نے بھی میرے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ ہم

دو تین ساتھی ان کے درس میں جا کر بیٹھے۔ بخاری شریف کا درس شروع تھا اور نبی علیہ السلام کے عمروں پر گفتگو جاری تھی کہ انہوں نے کتنے عمرے کئے ہمارے بیٹھتے ہی شیخ الحدیث صاحب اس بحث میں بُری طرح اُلجھ گئے مجھے اپنی آمد پر سخت ندامت ہوئی لیکن اب اُٹھ کر درس سے نکلنے میں بھی اندیشہ تھا کہ شیخ الحدیث صاحب کو اپنی الجھاؤ کی وجہ سے ہمارے اُٹھنے پر خفت محسوس ہوگی سو اختتام درس تک کے لمحات ہمارے لئے تو اچھے خاصے اذیت ناک بن گئے خدا معلوم شیخ الحدیث صاحب نے کیسے گزارے ہونگے۔

ایسا ہی ایک تجربہ ہمیں ایک دوسرے موقعہ پر بھی ہوا ہمارے علاقے کے ایک بزرگ مدرس بلکہ شیخ الحدیث کے پاس دعا سلامت کے لیے گیا معلوم ہوا کہ وہ سبق پڑھا رہے ہیں میں بلا تامل جا کر ان کے درس میں بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد اس نے درس بند کیا طلبہ کے چلے جانے کے بعد موصوف خلاف توقع مجھ پر اس طرح برس پڑے جیسے کہ میں نے بہت ہی بڑا ناجائز کام کیا ہو غالباً ایسے موقعوں پر ہماری بے باکی کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے ایک سیدھے سادے دیہاتی قسم کے استاد جس سے ہم نے فنون کی اونچی اونچی کتابیں پڑھی تھیں ان کے ساتھ آخر عمر تک ہمارا معمول یہ رہا کہ جب بھی ہم اس کے پاس ملنے آتے تو فراغت بلکہ درس و تدریس کے بہت سے مراحل سے گزر کر بھی ہم کسی جھجھک کے بغیر سیدھے ان کے درس میں جا بیٹھتے اور ان کے درس پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

بہر حال مروجہ طریقہ تبلیغ کے ساتھ یہ تعلق بہت زمانے تک کسی نہ کسی درجے میں قائم رہا اور کسی نے کوئی اعتراض کیا تو اس کے دفاع میں آخری درجے تک زور لگاتا رہا۔

مروّجہ طریقہ تبلیغ کی وکالت
اور دفاع کے چند واقعات

کئی سالوں کے بعد جب میں لاہور سے واپس جا کر سرحد کے کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد پھر واپس لاہور آیا تو ایک موقعہ پر مکی مسجد مہاجر آباد لاہور میں خطابت اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم کے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں درس و تدریس پر مامور ہوا ڈاکٹر صاحب مرحوم عوام کے لیے اس مروجہ طریقہ تبلیغ کو مفید سمجھتے تھے لیکن اہل علم کے اسی طریقے میں محصور ہو کر خدمت دین کے دوسرے تمام محاذوں کو غیر آباد چھوڑنے کے ہرگز قائل نہیں تھے ان کا خیال تھا کہ دنیا کے اربوں انسانوں کو اسلام کی دعوت پہنچانے کی ضرورت ہے لیکن ہر جگہ ایک ہی طریقہ کارگر نہیں ہوتا بلکہ ہر کسی کو اس کی علمی اور ذہنی سطح کے مطابق اسلوب دعوت اختیار کرنا چاہئے دنیا کے لوگ مختلف طبقات میں تقسیم ہیں اور ہر طبقے کو اسی کے ذہنی اور علمی صلاحیتوں کے پیش نظر اسی کے مطابق طریقہ تبلیغ سے متاثر کیا جا سکتا ہے وہ اکثر و بیشتر میرے قرآن اکیڈمی کے کلاس کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ سہ روزہ وغیرہ پر نکلنے کو کچھ اچھا کام نہیں سمجھتے تھے اور کبھی کبھی اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار بھی فرمادیتے تھے لیکن میں اپنے ذہن کا پکا بار ہا اس کی ناراضگی کو نظر انداز کر دیتا تھا اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمادے کس حکمت و شفقت سے مجھے کبھی کبھی ان کے دفتر میں آنے کی دعوت دیدیتے اور پھر مختلف علمی موضوعات پر بحث کے ضمن ضمن میں اپنے اس فکر کو میرے سامنے رکھتے لیکن میں عام طور پر دو باتیں کہہ کر رخصت ہو جاتا۔

۱۔ مغرب کے بڑے بڑے لوگ بھی وہاں کی پُرگھٹن فضا میں سانس کھینچ کھینچ کر بڑی تکلیف سے جی رہے ہیں پیچ در پیچ سائنسی اور فلسفیانہ گفتگو سے بیزاری کی حد تک تنگ آچکے ہیں لہذا وہ سیدھے سادے الفاظ میں حق اور سچائی کی بات سننے اور قبول کرنے کے لیے مضطرب ہیں۔

۲۔ تبلیغی جماعت والے عملی زندگی کی بہت ہلکی پھلکی خوبصورت مثالیں پیش کرتے ہیں جو عام طور پر خطابیات کے قبیل سے ہوتی ہیں لیکن اپنی بے ساختگی کی وجہ سے غیر معمولی طور پر پُر تأثیر ہوتی ہیں۔

ایک موقعہ پر کسی نے بہت زوردار انداز میں کہا کہ تبلیغی جماعت والے امر بالمعروف تو کرتے ہیں لیکن نہی عن المنکر سے پہلو بچاتے ہیں میں نے جواب دیا کہ کسی خاص ماحول اور زمانے میں عارضی طور پر دونوں میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے لیکن اس کو عام فلسفۂ دعوت و تبلیغ نہ بنایا جائے تو اس کی گنجائش ہے کسی نے کہا کہ یہ جہاد نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ کوئی صحیح موقعۂ جہاد آجائے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بستروں کے قافلے رائیونڈ کے بجائے جہادی مراکز اور مورچوں کی طرف رواں دواں ہونگے اور ایک موقعہ پر تو میں نے خوشگمانی کی انتہا کردی، میں نے کہا کہ جیسے کہ حدیثوں میں آتا ہے آخری دور میں مہدئ موعود علیہ السلام کی قیادت میں جہاد ہوگی تو یہی تبلیغ دوست اس کے لشکر و سپاہ ہونگے تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ بھی اعتراض کیا جاتا تھا کہ یہ قرآن وحدیث کو اہمیت نہیں دیتے اور اُن کے مجالس میں شرکت سے آخری حد تک کنی کتراتے ہیں میں جواب دیتا تھا کہ جماعت میں اکثریت ان پڑھ عوام کی ہے

قرآنی وحدیثی حلقے قائم کرنا علماء کا کام ہے پھر رفتہ رفتہ جب اس دلیل پر خود بھی اپنے دل کو قانع نہ کر سکا تو میں نے حق نمک ادا کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ مولوی لوگ کسی ضابطے قاعدے کے تو پابند ہیں نہیں اکثر و بیشتر قرآنی دروس میں اختلافی مسائل کو چھیڑتے ہیں اور فرقہ ورانہ طنز وتعریض کی گولہ باریاں کرتے رہتے ہیں تبلیغی دوست جو سب کو لے کر چلنے کی بات کرتے ہیں کس طرح اس قسم کی مجالس میں بیٹھ سکتے ہیں بہر حال میں ایک طویل عرصے تک اس قسم کے سوال وجواب کے موقعوں پر ڈٹ کر تبلیغی دوستوں کی طرف سے دفاع کے لیے ہر وقت آمادۂ پیکار رہتا تھا مکی مسجد مہاجر آباد لاہور میں خطابت کے دوران وہاں کی مقامی جماعت کے ساتھ بہت خوشگوار زندگی گزرتی تھی میں وہاں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا کرتا تھا اور سارے لوگ بمع تبلیغی دوستوں کے بہت شوق اور جوش وخروش کے ساتھ درس میں بیٹھا کرتے تھے بلکہ یہ درس انہیں کے اہتمام وانصرام میں جاری اور قائم تھا نہ ان کو قرآن کے بارے میں کوئی تحفظات تھے اور نہ مجھے جماعت سے کوئی شکوہ وشکایت یا بدگمانی تھی قاری سلیم اللہ صاحب مقامی امیر تھے اور اکثر و بیشتر لاہور کے تبلیغی مرکز سے علماء کی سہ روزہ جماعت نکلتی تھی تو قاری سلیم اللہ صاحب از خود میرا نام سرفہرست لکھوالیا کرتے تھے عام طور پر جمعہ پڑھا کر میں اس جماعت کے ساتھ کسی طرف نکل جاتا تھا اور اتوار کی شام کو واپس آجاتا تھا۔ یہ سوچ کر قاری سلیم اللہ صاحب کی اس کارروائی پر میں کوئی دل گرفتگی محسوس نہیں کرتا تھا کہ خود تو مرکز جا کر بالارادہ سہ روزہ لگانے کی توفیق نہیں اگر قاری صاحب کی مہربانی سے علماء کے ساتھ تین دن رہنے کی

سعادت نصیب ہورہی ہے تو اس میں قباحت ہی کیا ہے یہ ایک زمانہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ بہت زیادہ تعلق خاطر اور خلوص ومحبت کے رشتے تھے اور الحمدللہ یہ سب کچھ دین کی بنیاد پر تھا جس پر مجھے اب بھی کسی قسم کا پچھتاوا ہرگز لاحق نہیں ہے۔ انسان ضروری سوچ وبچار اور قرآن وحدیث کے معروف پیمانوں کے مطابق نیکی اور بدی کے تعین اور اس پر عمل کرنے کا مکلف ہے اس سے زیادہ نہ اس کے بس واختیار میں ہے اور نہ ہی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری میں داخل۔

اچنبھے کا آغاز اور بے اطمینانی کا دورانیہ

جہاد اسلام کا بہت اہم فریضہ اور انسانیت کی خدمت اور تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے اور پھر ظلم وستم اور بربریت کے اس دور میں تو اس کی ضرورت واہمیت اضعافاً مضٰعفۃ ہوجاتی ہے قرآن نے اس حقیقت کی طرف بڑے مختصر مگر جامع الفاظ میں اشارہ کیا ہے ارشاد ہے:

﴿ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض﴾

اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض دوسروں کا قلع قمع نہ کرتا تو ساری زمین فساد سے بھر جاتی یہ بات نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے دور میں جس طرح صد بہ صد درست تھی آج کے عالمی حالات میں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر صحیح اور درست ہے کچھ لوگوں کو ترحم کا ایسا ہیضہ ہوجاتا ہے جس کی بدولت وہ انبیائے کرام صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے بھی بڑھ کر انسانیت کے شفیق بننے کی کوشش کرتے ہیں اسلام کے مجموعی ڈھانچے

میں ہر فکر و عمل کا ایک مخصوص مقام ہوتا ہے اس مقام سے آگے پیچھے ہٹا کر آپ پورے ڈھانچے کی افادیت اور معنویت کو بگاڑ کر رکھ دیں گے اگر واقعی اسلام خدا تعالیٰ کا سچا اور حق دین ہے تو اس کی ترکیب و ترتیب بھی حق ہے اور شارع علیہ السلام کے بغیر کوئی بھی اس میں ادنیٰ تغیر و تبدل کا مجاز نہیں یہ بات اسلام کے مسلمات اور قرآن وحدیث کے واضح اور صریح مندرجات سے ثابت ہے اس میں کوئی خفا اور ابہام نہیں ہے اور اگر کوئی اس میں خفا اور ابہام پیدا کرتا ہے تو وہ اپنے خوابوں کی تعبیر میں سرگردان ہے دینی خدمت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیری مصلحتوں کے بموجب بالآخر روس نے افغانستان پر حملہ کر کے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کی از سرِ نو احیاء کا سامان پیدا کر دیا اگر کسی کافر فرد یا ملک کو دعائے خیر دی جا سکتی تو میں روس کو دعا دیتا کہ اس کی حماقت نے مسلمانوں میں صدیوں سے خفتہ و خوابیدہ جذبۂ جہاد کو نہ صرف بیدار کیا بلکہ اس قدر مشتعل اور آتش بداماں کر دیا کہ کیا مشرق اور کیا مغرب، ہر طرف سے جذبۂ جہاد سے سرشار قافلوں کی افغانستان میں آمد شروع ہوئی اور مجاہدین نے تن من دھن کی بازی لگا کر سرکش ترین روسی سامراج پر ہلہ بول دیا روس دنیا میں سوشلسٹ بلاک کا امیر کارواں تھا دنیا پر غلبہ حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ مفادات سمیٹنے کی مسابقت اور سرد جنگ میں روس کے مدمقابل سرمایہ دارانہ نظام کے حامل بلاک کے کرتا دھرتا امریکہ نے روسی حملے کو اپنے مفادات پر ضربِ کاری سمجھتے

ہوئے اس کا راستہ روکنے کے لیے مجاہدین اسلام کی حمایت اور مدد شروع کی اور ایک زوردار تصادم کا سماں بندھ گیا تو سوائے چند مسلمان نما ملحدین اور مادہ پرستوں کے تمام مسلمانوں نے اسے اسلامی جہاد قرار دیا اور اس میں بساط بھر مدد کے لیے تیار و آمادہ ہوئے اسی دوران میں چند تبلیغی دوستوں کی طرف سے بالواسطہ طور پر یہ باتیں پہنچنے لگیں کہ اگر افغانستان میں دعوت و تبلیغ کا کام ہوتا تو روس ہرگز نہ آتا قائلین کے ذہن میں اس قول کا کیا مطلب ہوگا لیکن بظاہر روسی جہاد کے سلسلے میں دوستوں کی یہ رائے زنی نہ صرف عجیب اور فضول لگی بلکہ جہاد سے اعراض کے مترادف محسوس ہوئی کسی مسلمان ملک پر کفر کی ایسی جارحانہ یلغار پر اس کا مقابلہ کرنا فرض عین ہو جاتا ہے یہ کیا معنیٰ کہ ایسے نازک موقعے پر مقابلے کی فکر کے بجائے لاحاصل حیل و حجت سے اس فرض کو ٹالنے کی کوشش کی جائے، یہی وہ پہلا اچنبھا تھا جس نے تبلیغی دوستوں کے بارے میں میرے ذہن میں تردّد پیدا کر دیا تاہم یہ یقین ہرگز نہیں تھا کہ جہاد کو ٹالنے کا یہ رویہ پوری جماعت کا مستقل فلسفۂ دین بنے گا لیکن اس کے بعد کے حالات و واقعات نے رفتہ رفتہ میری اس خوش گمانی کو تحلیل کر دیا تا آنکہ اب صورتحال یہ ہے کہ جہاد کی علانیہ بھرپور مخالفت جماعت کی سب سے بڑی شناخت اور تعارف بن گیا ہے۔

اسلامی امارت افغانستان کی تشکیل

اور جماعت کی حرف گیریاں

بدقسمتی سے روس کی پسپائی کے بعد روس کے خلاف جہاد میں شریک معروف بڑی بڑی تنظیموں کے درمیان افغانستان کا نظم ونسق سنبھالنے کے سلسلے میں رسہ کشی شروع ہوئی ناعاقبت اندیش قائدین کی باہمی چپقلش اور باہمی ضدا ضدی نے سرپھٹول کی وہ کیفیت پیدا کردی جس نے جہاد کے تقدس کو بُری طرح پامال کیا، ہم یہ کہنے کی جسارت تو ہرگز نہیں کریں گے کہ ان لوگوں نے جہاد کا آغاز اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت کرنے کے لیے نہیں بلکہ امریکی امداد میں حصہ رسدی وصول کرنے کے لیے کیا تھا، میرے دماغ کی اسکرین پر آج بھی ان بے سروسامان سربکف مجاہدین کی ابتری اور بدحالی کی تصویریں بالکل تروتازہ ہیں جو محض جذبۂ ایمانی کے تحت ہر چھوٹے بڑے خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہروقت آمادہ اور تیار رہتے تھے اور اس سلسلے میں کسی مصالحت اور سمجھوتے کے روادار ہرگز نہیں تھے لہٰذا ایسی بات کہنا تو یقیناً خلاف واقعہ اور بعید از انصاف ہوگا لیکن یہ کہنے میں کچھ زیادہ تأمل بھی نہیں کہ جانی قربانی کے بعد جاہی قربانی کے موقعہ پر اُن سے قصور اور کوتاہی ضرور ہوئی جس کی پاداش میں جہاد کی اصل منزل قدرے دور ہوئی معدوم ہرگز نہیں ہاں افغانیوں کی مشکلات ومصائب کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا اور اگر طالبان کی نشأت نہ ہوتی جن کی بابرکت امارت نے دنیا کو اسلامی نظامِ کار کا ایک مختصر اور سرسری نقشہ دکھایا اور جس کی دوست

دشمن ہر کسی نے تعریف وتحسین کی تو نا معلوم ان جاہلی تعصبات پر مبنی خانہ جنگیوں کا سلسلہ کب تک چلتا اور اس کے مزید کیا کیا نتائج بدرونما ہوتے۔

اسلامی امارت افغانستان کے دورانیے میں سرکش اور جنگجو افغانی قبائل میں امن وامان اور اطاعتِ نظم دیدنی تھی امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد سمیت تمام چھوٹے بڑے اساطین دولت بالکل ہی پہلی دفعہ امارت وحکومت کے بہت پیچیدہ تجربات سے گزر رہے تھے لیکن ان کی پاک نفسی، بے لوثی، ملت مسلمہ کی بہی خواہی اور غیرت وحمیت ملی کی بدولت اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرتیں شامل حال رہیں یہی وجہ تھی کہ امارت نے پانچ سال تک بہت مستقل مزاجی، وقار اور خود داری کے ساتھ حکومت کی اور ایک دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، اس سارے عرصے میں افغانی تبلیغی دوستوں کے بارے میں تو زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے واسطہ نہیں رہا لیکن پاکستانی دوستوں کا رویہ نہ صرف یہ کہ مفاہمانہ اور ہمدردانہ نہیں رہا بلکہ دبی دبی زبان میں مخالفانہ رہا بلکہ کبھی کبھی تو ان کے تبصروں سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ جماعت کے لوگ حکومت واقتدار کی تمام تر مصروفیات اور سرگرمیوں کو دین سے بالکل الگ محض دنیا پرستی کے مشاغل سمجھتے ہیں ان کو طالبان کی طرف سے اجرائے حدود اور احکام اسلامی میں کوتاہی پر تھوڑی بہت تعزیری سزاؤں پر بھی اچھے خاصے تحفظات تھے کچھ تبلیغی دوست یا اُن سے ہمدردی رکھنے والے احباب ایسے موقعوں پر جب تبلیغی دوستوں کے رویے پر بات ہوتی ہے تو بڑی آسانی سے یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ یہ تو افراد کی باتیں ہیں اس میں جماعت کا کیا قصور ہے لاحول ولاقوۃ یہی افراد تو جماعت بناتے ہیں۔

کا انفرادی رویہ جماعتی سوچ کی عکاسی کرتا ہے افراد کے علاوہ جماعت کس چیز کا نام ہے اور اگر واقعی جماعت کوئی الگ چیز ہے تو افراد کے اس رویے پر اظہارِ برہمی و برأت یا کم از کم اعلانِ لاتعلقی کیوں نہیں کیا جاتا۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے سلسلے میں اسی جواب کا ایک تازہ نمونہ ملاحظہ ہو۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب گجرانوالہ والے نے تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں بالخصوص طارق جمیل صاحب کے بیانات میں موجود سخت افراط وتفریط کا نوٹس لیا اس کتاب پر تقریظات کے سلسلے میں مفتی صاحب نے کسی ایک عالم سے بھی رابطہ قائم کیا انہوں نے مفتی صاحب کے نام ایک خط لکھا جس کو مفتی صاحب نے دوسرے تقریظات کے ساتھ بصورت تقریظ شائع کیا جس پر اُس عالم کی طرف سے مندرجہ ذیل خط روانہ کیا گیا۔

محترم قارئین الشریعہ اور اکابر تبلیغ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی کی کتاب ''کلمۃ الھادی الی سواء السبیل'' پر تقریظ کے نام سے میرا ایک خط چھپا ہے میں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تقریظ نہیں بلکہ میرا ذاتی خط ہے جو میں نے مفتی محمد عیسیٰ صاحب کو اس کتاب پر تبصرہ کی خواہش پر تحریر کیا اور محض از راہ تفنن کچھ جملے مزاح کے شامل کیے گئے خط کے آخیر میں مولانا کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ نہ اس خط کو شائع کریں اور نہ کتاب کو شائع کرنے کی ضرورت ہے اس سے ہمارا اپنا نقصان ہے صرف ایک شخصیت کی تقریروں کی وجہ سے پوری جماعت کو لپیٹ میں لے لینا ہمارے اکابر کی

روایت نہیں۔

اس خط کا یہ جملہ کہ ''اس سے ہمارا اپنا نقصان ہے'' ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیا کسی کے باتوں کو شرعی طور پر جائز یا ناجائز کہنے کا یہی معیار ہے کہ اپنا نقصان ہو تو جائز قرار دینگے اور یہ نہ ہو تو ناجائز۔ اور کیا واقعی یہ ہمارے اکابر کی روایت ہے باقی اگر طارق جمیل صاحب جو بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات میں اکابرین جماعت کی موجودگی میں یہ باتیں کرتا ہے اور اس پر اکابرین کی طرف سے کوئی نکیر بھی نہیں ہوتا ہے اگر اُن کی باتیں بھی جماعت کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہیں تو پھر کس صاحب کی باتیں جماعت کی باتیں قرار پائیں گی۔ علماء کے انہیں تسامحات اور دوراز کار تاویلات نے جماعت کے چھوٹوں بڑوں کو قرآن وحدیث کے ساتھ کھیلنے کا یارا دیا ہے۔ ''فالی المشتکی''

جہاد کے خلاف کھلی محاذ آرائی

اور قرآن وحدیث میں تحریفات کی جرأت

ایک طویل عرصے تک تو جہاد سے محض لاتعلقی برتنے پر اکتفا کیا جاتا رہا لیکن اب ماشاء اللہ جہاد کے خلاف کھلی محاذ آرائی شروع ہوئی ہے اور تبلیغ کے بڑے بڑے صوبائی اور ملکی اجتماعات میں جہادیوں پر طنز وتعریض کے تیر اور گولیاں برسائی جارہی ہیں تبلیغی سلسلے کا یہ کمال بہرحال مسلم ہے کہ بڑوں کی ہر بات چھوٹوں کے لیے پتھر کی لکیر اور حرف آخر ہوا کرتی ہے اور ان کے علاوہ جماعت کے باہر بہت بڑے بڑے علماء کی بات کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا یہ

بھی اسی حلقے کی سحر انگیزی ہے کہ اس حلقے کا کوئی فرد کسی دوسرے حلقے میں چاہے وہ قرآن وحدیث کا حلقہ کیوں نہ ہو اس میں شرکت سے بہت دور رہتا ہے چونکہ اس بات پر الگ عنوان کے تحت کسی قدر تفصیلات آگے آرہے ہیں اس لیے سرِ دست اس کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔

غالباً ۱۹۹۲ء کے کچھ آگے پیچھے کے زمانے میں میں چکوال کے مدرسہ حنفیہ میں مدرس تھا اس مدرسے کے بانی اور مؤسس نقشبندی سلسلے کے مشہور خلیفۂ مجاز حافظ غلام حبیب مرحوم تھے کسی دن ایک تبلیغی جماعت مدرسے میں آئی اس میں ایک دو افراد میرے شناسا نکلے میرا ارادہ ہوا کہ ان کی دعوت کرلوں میں نے اپنا ارادہ اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث سے ظاہر کیا انہوں نے فرمایا کہ اس جماعت کے کئی افراد کے ساتھ تو میری بھی شناسائی ہے بہرحال اس پر اتفاق ہوا کہ پوری جماعت کی دعوت کی جائے چنانچہ غالباً جمعرات کی عصر کو دعوت ہونی قرار پائی دورانِ دعوت ایک تبلیغی دوست نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے بڑے شدومد کے ساتھ اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور بالخصوص بیرونی ممالک میں اس کے اثرات پر تقریر فرمائی اور پھر ہمیں دعوت دی کہ کل جمعہ بعد العصر کو فلاں مسجد میں ہمارا جوڑ ہے آپ بمعہ طلباء کے اس میں شریک ہوں ہم نے ازراہ مروت ہاں کردیا اور کل مقررہ وقت پر ہم دونوں بمعہ کچھ طلباء کے وہاں حاضر ہوئے راولپنڈی کے ایک مشہور تبلیغی عالم (جواب وفات پاچکے ہیں) بیان فرمارہے تھے انہوں نے جہاد کے بارے میں واردیہ مشہور حدیث ذکر کی:

﴿اذا تبایعتم بالعینہ واخذتم اذناب البقر ورضیتم بالزرع

وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لاينزعهٔ حتى ترجعوا الى دينكم. ﴾

جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے اور بیلوں کے دُم پکڑلو گے (کنایہ ہے کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول ہونے سے) اور کاشتکاری کو پسند کرنے لگو گے اور جہاد کو ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسی ذلت مسلط کردینگے جس کو اس وقت تک نہیں اٹھائینگے جب تک تم دوبارہ دین کی طرف واپسی نہ کرلو۔

اس حدیث کے آخری جملے کا واضح مطلب یہ ہے کہ جہاد سے اعراض اور پہلوتہی پورے دین سے اعراض اور پہلوتہی کے مترادف ہے۔ اور پھر مولوی صاحب نے بلادھڑک ''تركتم الجهاد'' کا یہ ترجمہ کیا کہ جب یہ بستر ے اُٹھانا چھوڑ دو گے۔ مجھے ان کی اس حرکت سے سخت اذیت اور کوفت ہوئی کہ خدا کے بندے یہ جملہ تو اپنے شان نزول کے اعتبار سے یقینی طور پر جہاد بمعنی قتال کے سلسلے میں وارد ہے تم نے اس کے حقیقی معنٰی کا ذکر تک نہیں کیا اور سیدھے بستر ے پر فٹ کیا میں حلقے سے اُٹھا اور باہر مسجد میں کھڑا ہو گیا میرے طلبہ بھی اُٹھے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ کیا ہوا طبیعت تو خراب نہیں ہوئی میں نے ان سے وجہ بیان کئے بغیر کہا کہ شیخ الحدیث صاحب سے کہیں کہ چلتے ہیں شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے ان سے عرض کیا کہ ایسی صریح تحریف کے مجلس میں مزید بیٹھنا گناہ محسوس ہوتا ہے کئی تبلیغی دوست اُٹھ کر آگئے ہم نے ان سے جانے کی رخصت چاہی انہوں نے کہا کہ آپ نے تو ہمارے ساتھ کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا میں نے کہا کہ کل ہفتے کے اسباق پڑھانے کے لیے مطالعہ کرینگے لہذا مغرب کی نماز تک

اپنے مدرسہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے ہم ان سے رخصت ہوئے۔

۱۹۹۵ء کے دوران میں درس وتدریس کے سلسلے میں جامعہ امداد العلوم پشاور منتقل ہوا پوری طرح یاد نہیں کہ میری آمد کے دوسرے یا تیسرے سال مولانا طارق جمیل صاحب کی پشاور میں بیان کے سلسلے میں آمد کا بہت غلغلہ تھا مقررہ دن پر ہر خاص وعام اس کا بیان سننے کے لیے رواں دواں تھا خواہش کے باوجود میں اس بیان میں شریک نہیں ہو سکا لیکن کل طلباء کی زبانی اور کسی کے ٹائپ ریکارڈ سے اس کا پورا بیان سننے پر معلوم ہوا کہ اس پورے بیان وتقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ دین جہاد سے نہیں بلکہ دعوت سے آیا ہے۔ مولوی صاحب کی اس نوعیت تقریر پر سخت افسوس ہوا۔ خدا کے بندے! دعوت از خود ایک بہت بڑا عمل ہے اور جہاد از خود اسلام کا ذروۂ سنام ہے تمہیں اس تقابل کی کیا پڑی تھی کیا یہ جہاد کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش نہیں یہ پہلا موقع تھا جبکہ میں نے طارق جمیل صاحب کا نام سنا اور جہاد کے بارے میں ان کے خیالات کا اندازہ ہوا اس کے بعد تو مسلسل خبریں آتی رہیں کہ موصوف اس سلسلے میں کیا کیا گل افشانیاں فرما رہے ہیں ان کے اور چند دوسرے تبلیغی بزرگوں کے بیانات کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

1۔ اسلام کے نام پر انتہا پسندی قابل مذمت ہے اسلحہ کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جا سکتی۔ (تبلیغی اجتماع اسلام آباد ۲۰۰۹ء)

2۔ مسلمانوں کو طاقت کے ذریعے اپنا عقیدہ نافذ کرنے کی بجائے اسرائیل سمیت پوری دنیا میں امن بھائی چارے کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ (مولانا احمد، مولانا جمشید)

3۔ اسلام آباد (نیٹ ورک) تبلیغی جماعت کے رہنماؤں نے اسلحے کے

زور پر شریعت کے نفاذ، مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کو مسترد کر دیا ہے تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب نے اسلام آباد میں تین روزہ تبلیغی اجتماع کے اختتامی روز خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلحے کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جاسکتی اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کے تحفظ اور ان کے مذہب کو نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجتا حاجی عبدالوہاب صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ نے کبھی طاقت استعمال نہیں کی بلکہ پُر امن طریقوں سے اللہ کے نام کو پھیلایا انہوں نے اسلام کے نام پر انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کی بھی مذمت کی تبلیغی جماعت کے رہنما مولانا جمشید مولانا محمد احمد اور مولانا فہیم نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اس لیے مسلمانوں کو طاقت کے ذریعے اپنا عقیدہ نافذ کرنے کے بجائے اسرائیل سمیت پوری دنیا میں امن، بھائی چارے اور رواداری کی تبلیغ کرنی چاہیے مولانا احمد کا کہنا تھا کہ وہ لوگ نادان ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ طاقت کے زور پر شریعت نافذ کی جاسکتی ہے۔(روزنامہ آواز لاہور بدھ ۲۹/ اپریل ۲۰۰۹ء)

یہ اور اس قسم کے دیگر عجیب وغریب بیانات فلسطین میں اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی مقاومت، افغانستان میں طالبان کی طرف سے تعزیری سزاؤں اور پاکستان میں حکومت کی کفر نوازیوں کے ردعمل کے پس منظر میں دیئے جاتے رہے اس کے علاوہ نجی مجالس میں عام تبلیغی دوست جہاد کے خلاف زہر اُگلتے رہے اور بعض بعض تو برملا یہ کہتے رہے کہ جہاد سے کافروں کو قتل کر کے جہنم رسید کرنا بہتر ہے یا دعوت سے مسلمان بنا کر جنت پہنچانا بہتر ہے کیا اس قسم کی

باتوں سے واضح طور پر یہ تأثر نہیں اُبھرتا کہ یہ لوگ کسی مخصوص عملی جہاد کے نہیں بلکہ نفسِ جہاد کے منکر ہیں چنانچہ مولوی طارق جمیل صاحب یاان کے دوسرے بزرگوں کا یہ کہنا کس قدر قرینِ حقیقت ہے۔

الجهاد الجهاد ۔کوئی جہاد کا منکر ہوسکتا ہے کوئی قرآن کا منکر ہو کر کہاں جائیگا جہاد کا انکار تو قرآن کا انکار ہے قرآن کا انکار عین کفر ہے۔

اور اگر نفس جہاد کا انکار نہیں بلکہ فلسطین افغانستان وغیرہ کے جہادوں کا انکار ہے تو بتلایا جائے کہ ان دونوں جگہوں پر تو فقط دفاعی جہاد ہو رہا ہے افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے کتنے دور سے آکر اودھم مچایا ہوا ہے وہ مسلمانوں کے ملک اور ان کے وسائل پر قبضے کر رہے ہیں ان کے کلچر اور پورے تہذیب وثقافت کے مٹانے کے در پے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ بھی جہاد شرعی جہاد نہیں تو دنیا میں کونسا جہاد شرعی جہاد ہوگا کیا یہ رویہ بعینہٖ مدینہ منورہ کے ان منافقین کے رویے سے کچھ بھی مختلف ہے جنہوں نے غزوۂ احد کے موقعہ پر یہ کہتے ہوئے ﴿لو نعلم قتالاً لاتبعناکم﴾ کہ اگر ہم اسے صحیح قتال سمجھتے تو ضرور آپ کے ساتھ شریک ہوتے، مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور جن کے اس عمل سے کئی دوسرے قبائل کے دلوں میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس قول کو کس قدر تقبیح اور مذمت کے انداز میں پیش کیا ہے۔

ایک دفعہ ہماری مسجد میں کسی طالب علم نے عشاء کے بعد فضائل اعمال میں سے کوئی واقعہ پڑھا اور پھر اس پر مزید گفتگو کے سلسلے میں جہاد افغانستان کا ذکر کیا جس سے سارے تبلیغی شرکاء بہت بدمزہ ہوئے ایک دوست نے جو اچھے خاصے تعلیم

یافتہ بھی ہیں تو اس طالب علم کو بہت کوسا اور اسی مجلس میں لڑنے بھڑنے پر تیار ہوا۔

الغرض تبلیغ کے اصاغروا کابر دعوت کے حق میں افراط اور جہاد کے حق میں جس ناروا تفریط اور تقصیر کے روش پر گامزن ہیں اس کی کوئی بھی معقول توجیہ نہیں کی جاسکتی اور خدا معلوم ان کی طرف سے آگے جا کر شرعی حدود سے تجاوز اور تعدی کی اور کیا کیا صورتیں ظہور میں آئیں گی۔

دعوت کی اہمیت جتلانے کے لیے یہ لوگ قرآن وحدیث کے ان تمام نصوص میں جو واضح طور پر جہاد بمعنی قتال کے معنی میں وارد ہوتے ہیں بدترین تحریف کر کے مروجہ طریقۂ تبلیغ پر فٹ کرتے ہیں اور کفار کے ساتھ قتال کا نام تک نہیں لیتے ابھی ہی گذشتہ تازہ شعبان ورمضان ۱۴۳۲ھ میں میں اپنی مسجد میں دورۂ تفسیر پڑھاتا تھا اس میں کئی ایک علماء بھی شریک ہوتے تھے جن سے تبلیغی دوستوں کی عجیب عجیب باتیں سننے میں آئیں منجملہ ایک بات ان میں سے یہ تھی کہ میں نے ان علماء سے پوچھا کہ یہ تبلیغی دوست جو جہاد کا انکار کرتے ہیں تو وہ اس آیت کا کیا معنٰی کریںگے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کے جان ومال جنت کے عوض میں خریدے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں خود بھی قتل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی قتل کرتے ہیں۔

تو ایک ساتھی نے بتلایا کہ وہ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ خود کھپتے ہیں اور

دوسروں کو کھپاتے ہیں۔

واللہ سر پکڑ کر رہ گیا کہ لفظِ قتال سے الرجی کی بدولت یہ لوگ قرآن وحدیث کے ساتھ کس تلعب سے پیش آتے ہیں عام طور پر تبلیغی بزرگوں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مولوی صاحب کسی وعظ وتقریر میں جہاد کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں تو وہ بڑی بیزاری کے انداز میں کروٹ بدل بدل کر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بنے نہیں ہیں مولوی صاحب بنے نہیں ہیں اوران کے ہاں بننے کا معیار یہ ہے کہ جہاد کا نام بھولے سے بھی زبان پر نہ آنے دے۔

آج سے کئی سال پہلے میں دانش آباد پشاور میں عشاء کی نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر سونے لگا تھا کہ میرے بیٹے طاہر محمود نے آکر بتلایا کہ باہر دو مولوی صاحبان آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں مجھے عشاء کے بعد جلد ہی سونے کی عادت ہے لیکن مولوی صاحب کا نام سن کر از راہ مروت ان کو اندر بلایا انہوں نے بتلایا کہ ہم تہکال کے کسی مسجد اور مدرسے سے متعلق ہیں وہاں دو جہادی ساتھی آئے انہوں نے جہاد کے موضوع پر تقریر اور چندہ کیا وہاں کے تبلیغی دوست اس پر اس قدر سیخ پا ہوئے کہ ہمیں محض اس لئے مدرسے اور مسجد سے فارغ کر دیا کہ تم نے ان جہادیوں کو ایسا کیوں کرنے دیا۔

انگریزی سامراج نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا تصور محو کرنے کے لئے ایک جعلی نبوت تیار کی اور اسی کے ذریعے جہاد کی منسوخی کی مہم چلائی ہمارے اکابر بالخصوص دیوبندی علماء نے ہر کام چھوڑ کر اس کا بھرپور تعاقب کیا اور خدا کے فضل وکرم سے اُمت پر اس کے منفی اثرات نہیں پڑنے دیئے معلوم 6

نہیں اب کیا مانع ہے کہ ہزاروں لاکھوں لوگ تقدس کے روپ میں جہاد کے خلاف محاذ آرائی پر تلے ہوئے ہیں لیکن کہیں کہیں بے آواز مخالفت کے سوا عملاً ان کا راستہ روکنے کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مساعی بھی نظر نہیں آرہی ہیں کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر فضائل اعمال اور مستحبات کی تبلیغ کررہے ہیں اور پھر کیا جہاد جیسے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت فرض کی اہمیت گھٹا کر اور اس کے خلاف فضا بنا کر مستحبات کی ترویج وتشریق سے اس کا ازالہ اور تدارک ہوسکتا ہے۔ یا اس کی وجہ محض علماء کا روایتی انتشار وافتراق ہے جس نے بہت بڑے بڑے قومی اور دینی مسائل میں بھی اُن کے مؤثر کردار کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

جہاد سے بیر کی بدولت قرآنی وحدیثی مجالس درس سے دوری اور اجتناب اور ان دونوں کی موقوفی کی شعوری کوششیں

تبلیغی دوستوں کی قرآنی وحدیثی مجالس سے دوری واجتناب تو عرصے سے محسوس ومشاہد تھے لیکن کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ ان کی سوچی سمجھی پالیسی کے تحت ہے جیسے کہ پہلے بات گزری ہے کہ مہاجر آباد لاہور میں میں تبلیغی دوستوں کے اہتمام ہی میں درس قرآن دیا کرتا تھا لیکن روسی جہاد کا آغاز ہوتے ہی دوستوں کی نیت اور رویے میں فرق آنا شروع ہوا اولاً تو فقط قرآنی حلقوں سے دور دور رہنے لگے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ قرآنی، حدیثی، فقہی کسی بھی مجلس میں ان کی شرکت امر محال ہے۔

فضائل اعمال کے علاوہ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب بشمول قرآن حکیم ان

کے نزدیک قابل توجہ نہیں کوئی تبلیغی جماعت کہیں بھی نازل ہو اولاً تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہاں کے منبر و محراب پر ایسے قبضہ کیا جائے کہ ان کے سہ روزہ کے آخیر تک یہاں اور کوئی عمل نہ ہونے پائے اور اگر شومئی قسمت سے وہاں کا امام وخطیب اسقدر سخت جان ہو کہ عام طور پر مقامی جماعت کی انتقامی کاروائیوں سے بالکل خوفزدہ ہونے والا نہ ہو تو جمعہ کے وعظ اور درس قرآن وحدیث کے فوراً بعد ان کا کوئی فرد فوراً اعلان کرے گا کہ دوستو! تشریف رکھیں ابھی دین کی باتیں ہونگی اور سابقہ بیانات کو پرکاہ کی حیثیت دینے پر آمادہ نہیں ہونگے جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا ہے میں ایک مدت تک ان کی طرف سے توجیہات کرتے کرتے تھک گیا اور بالآخر جو اصل بات سامنے آگئی وہ یہ تھی کہ قرآن وحدیث سے جہاد کا مضمون تو کھر چا جانہیں سکتا اور اس کے ہوتے ہوئے وہ قرآن کے سننے اور سنانے کے لیے کسی طور پر آمادہ نہیں ہوسکتے اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ کیا غضب ہے کہ قرآن کی پیروی کی بجائے قرآن کو اپنا پیرو بنانے کی کوشش کی جائے ایسی ہی صورت حال میں قرآن نے پیغمبر ﷺ کا یہ شکوہ نہیں نقل کیا ہے؟

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً﴾

اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا اہل علم کے لئے سخت لمحہ فکر یہ ہے کہ ایک عالمی جماعت کہ جس کے اولین داعی قرآن وحدیث کے عین مطابق اُمت کی اصلاح وتعمیر کے لئے مثالی للّٰھیت اور جوش سے اُٹھے تھے اور جس میں علماء وطلباء کی ایک کثیر تعداد بھی شامل ہے کس طرح سے ایسی کافرانہ تبدیلی سے دوچار ہوئی کہ جہاد جیسے قطعی منصوص حکم سے نہ صرف اپنا دامن

چھڑا رہی ہے بلکہ جہاد ہی کی وجہ سے قرآن کو پوری اُمت سے دیس نکالا دینے کی سرگرمیوں میں مصروف ہے کیا واقعی یہ اسلام کی خدمت ہے یا کفر کی۔

امریکہ کی بھی تو یہی خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کا پڑھنا پڑھانا موقوف ہو اس کیلئے اس کی حکومت کا پاکستان سے پُرزور مطالبہ ہے کہ سورۃ انفال اور توبہ کو نصاب سے خارج کیا جائے وہ تو صرف انہیں دو سورتوں کے اخراج پر قانع ہو جائیں گے لیکن جماعت پورے قرآن کو اُمت سے خارج کرنے کے مشن پر لگی ہوئی ہے قادیانیوں کو تو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے یہاں تحریک چلی نا معلوم ان دوستوں سے نمٹنے کے لئے کیا کچھ اور کیسے کرنا ہوگا۔

ایک دوست نے کہا کہ آپ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں تبلیغ کی وجہ سے تو بہت سے لوگ دینی علم کے حصول کے لئے نکل گئے وہ تو قرآن وحدیث پڑھانے کے لئے مدرسے بناتے ہیں لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ایسا ہی ہے لیکن جماعت کی بھرپور کوشش یہی ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو جو ان سے کسی قسم کی وابستگی رکھتے ہیں ان کو قرآن وحدیث کے عام مدرسوں میں نہ جانے دیا جائے بلکہ انہیں اُن مدرسوں میں بھیجا جائے جو خود انہوں نے بنائے ہیں یا ان کے زیر اثر ہیں تاکہ قرآن وحدیث کو اس خاص مفہوم اور لب ولہجے سے ان کے اندر داخل کیا جائے جو تبلیغی دوست چاہتے ہیں یعنی جہادی مضامین کو یا تو منسوخ قرار دیا جائے یا اس کی کوئی بے ضرر سی توجیہ کی جائے۔

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ درۂ آدم خیل سے ایک دو ساتھی رمضان کے عشرۂ آخیر میں میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم نے دورۂ تفسیر کے

اختتام پر آخری تین سورتیں چھوڑی ہیں برائے کرم آپ ہمارے ساتھ ان سورتوں کا درس دینے کے لئے چلے جائیں میں نے حامی بھرلی اوران کے ساتھ چل کر اختتامی تقریب میں ان سورتوں کا درس دیا۔ ایک دوروز کے بعد اسی درۂ آدم خیل سے چند اور ساتھی تشریف لائے انہوں نے بھی ان کے دورۂ تفسیر کے اختتامی تقریب میں مجھ سے درس دینے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ میں ان کے ساتھ بھی چلا گیا لوگ کافی تعداد میں جمع تھے لیکن مسجد بہت چھوٹی تھی میں نے دورۂ تفسیر پڑھانے والے مولوی صاحب، سے عرض کیا کہ تمہیں دورۂ تفسیر پڑھانے کے لئے کوئی بڑی سی مسجد نہ مل سکی کہ اس تنگ و تاریک مسجد میں بیٹھے انہوں نے کچھ فاصلے پر واقع بالکل ہی سامنے میناروں والی ایک مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اس مسجد میں یہ دورۂ تفسیر شروع کرایا تھا اس مسجد کے متولی ایک تبلیغی بزرگ ہیں وہ ان دنوں رائے ونڈ میں شروع جوڑ پر تشریف لے گئے تھے واپسی پر جب اُسے معلوم ہوا کہ ان کی زیر تولیت مسجد میں ترجمہ و تفسیر قرآن کا دورہ ہورہا ہے تو ان کو دورے آنے شروع ہوگئے اور پھر آکر شور مچانے لگا کہ میں اپنی مسجد میں فتنہ برپا ہونے نہیں دونگا لوگ جمع ہوگئے اور اچھا خاصا ہنگامہ ہونے کا خدشہ پیدا ہوا اس مسجد کے متولی جس میں ہم نے ابھی یہ دورۂ ختم کیا ہے کسی کام سے وہاں آئے تھے یہ شوروغوغا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے کسی نے بتلایا کہ متولی صاحب اپنی مسجد میں دورۂ تفسیر پڑھانے نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ فتنہ وفساد میں اپنی مسجد میں ہرگز نہیں ہونے دونگا۔ اس پر اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑلیا اور اپنی اس مسجد میں لا بٹھایا کہ اب یہ فتنہ وفساد میری اس مسجد میں کرو۔

ہمارے دانش آباد کے آس پاس کے ملحقہ علاقوں سے وقفہ وقفہ سے یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ وہاں کے تبلیغی دوست وہاں کے مساجد میں دروس قرآن کی اجازت نہیں دیتے اور جہاں شروع ہیں اوران کا بس چلتا ہے تو اُسے بند کرتے ہیں ہر جگہ کے اماموں کو یہ عام شکایت ہے کہ تبلیغی دوست ان کو فضائل اعمال سنانے اور سننے پر مجبور کرتے ہیں جو کوئی مولوی ان کے ساتھ شرکت اور سہ روزے چلے وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتا تو ممکن حد تک اس کو مسجد سے فارغ کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہتے ہیں چونکہ میں خود جہاد کا بالخصوص اس دور میں سختی سے قائل ہوں لہٰذا اپنے بیان جمعہ اور محافل درس قرآن وحدیث میں اس کی طرف بالاہتمام دعوت دیتا رہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے محلے کے تبلیغی دوست مجھ سے سخت نالاں ہیں اوراب تک مسجد سے نکالنے کے لئے جتنی کوششیں ہوئی ہیں تبلیغی دوست نہ صرف ان میں شریک بلکہ سرپرستی کرتے رہے ہیں اکثر تبلیغی دوست تو میری وجہ سے مسجد کی خدمات، اخراجات میں ذرہ برابر حصہ نہیں لیتے حالانکہ وہ اس محلے کے متمول لوگ ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی اشاروں کنایوں سے منع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ تبلیغی جماعت ہے جس کے آغاز کار میں یہ اصول طے تھا کہ کوئی بھی جماعت کسی بھی مسجد میں چلی جائے ممکن ہو تو تحفے تحائف لے کر ورنہ ویسے ہی بڑے احترام ومحبت سے اولاً اس مسجد کے امام وخطیب سے ملاقات کرے اس کی دعائیں لیں لیکن اس کو اپنے اس مخصوص تبلیغی کام میں شرکت کی دعوت ہرگز نہ دیں کیونکہ وہ تم سے زیادہ اہم خدمت دین کے کام میں مشغول ہیں ’’ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا‘‘۔

جب سے میں اس مسجد میں آیا ہوں میرا معمول ہے کہ ہر اتوار کو بعد العصر درسِ قرآن اور جمعہ کو بعد العصر درسِ حدیث دیا کرتا ہوں۔ اتوار کو کاروباری تبلیغی حضرات کا ناغہ ہوتا ہے لیکن اس دن جونہی عصر کی نماز باجماعت ہوجاتی ہے یہ لوگ بڑی پھرتی سے مسجد سے نکل جاتے ہیں اور یہی حال جمعہ کو بھی ہوتا ہے لیکن بدھ کے دن جبکہ ان کا مقامی گشت اور بعد میں مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوتا ہے بڑے اہتمام سے اپنی دنیاوی مصروفیات موقوف کر کے عصر کی جماعت سے کافی پہلے مسجد میں حلقہ بنالیتے ہیں ان کے اس معمول سے ہماری مسجد میں تفریق بین المؤمنین کا نہایت قبیح منظر نامہ سامنے آتا رہتا ہے۔

میں عام طور پر اپنی مسجد میں دس شعبان سے دورۂ تفسیر پڑھانا شروع کردیتا ہوں جو عام طور پر اٹھائیس رمضان پر ختم ہوجاتا ہے اس دوران جتنی بھی تبلیغی جماعتیں ہماری مسجد میں آتی ہیں صبح دورۂ تفسیر شروع ہوتے ہی وہ مسجد کے اوپر والی منزل میں چلی جاتی ہیں اور اُس وقت تک نیچے نہیں آتی ہیں جب تک دن کا سبق ختم نہ ہو مجھے اس پر حیرت تھی کہ عام طور پر دیندار قسم کے لوگ اور بالخصوص نوجوان اور وہ بھی کالجوں اور یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد دینی مجالس میں مسئلے مسائل اور دینی باتیں سننے کے شوقین ہوتے ہیں اور جہاں موقع اور فرصت پاتے ہیں استفادے سے دریغ نہیں کرتے اب یہ کیا معاملہ ہے کہ دس بارہ آدمیوں کی جماعت میں کوئی ایک بھی درسِ قرآن کی مجلس میں تھوڑی دیر کے لئے بھی شریک نہیں ہوتا۔ بالآخر یہ راز اس طرح کھلا کہ رمضان کے آخری عشرے میں ایک جماعت آئی ان کا رویہ بھی ایسا ہی تھا میرے ایک نوجوان

معتکف ساتھی اشفاق صاحب نے بعد الظہر جبکہ تبلیغی دوست مسجد میں بیٹھے باتیں کررہے تھے ان سے پوچھ ہی لیا کہ بھائیو! یہ کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ دین سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں اور یہاں دورۂ تفسیر میں آپ کا کوئی ساتھی ایک لمحے کے لئے بھی بیٹھنے کی زحمت نہیں اُٹھاتا ایک تبلیغی دوست نے بے تکلف فرمایا کہ ہمارے بزرگ اس کو پسند نہیں کرتے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر تبلیغی حلقوں میں یہ بات بطور اصول موضوعہ متعارف نہ ہوتی تو تبلیغی جماعت کے کسی فرد سے بھی سننے میں ہرگز نہ آتی کچھ لوگ تبلیغی دوستوں کی ان جیسی من مانیوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ عام لوگ ہیں بے احتیاطی سے کوئی بات کہہ دیتے ہیں بزرگ ایسے نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر بزرگوں میں اس قسم کا رجحان نہ ہوتا تو عام تبلیغی دوستوں میں اس کا ظہور کبھی نہ ہوتا کارکنوں کے اعمال واقوال میں انہیں کے لیڈروں اور مقتداؤں کے مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ [1] اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اب قرآنی وحدیثی مجالس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی مثال بڑے گوشت کی ہے اور فضائلِ اعمال کی مثال چھوٹے گوشت کی ہے جس کا مطلب میں نے تو یہ سمجھا ہے کہ چھوٹا گوشت زود ہضم ہے اور بڑا گوشت بطیئ الہضم ہے اس مثال سے وہ یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ عوام الناس کے لئے قرآنی وحدیثی تعلیمات

---

[1]: یہ بات میں نے اندازے سے لکھی تھی لیکن بعد میں اس کا ثبوت یوں فراہم ہوا کہ مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے اپنی کتاب ''کلمۃ الھادی الی سواء السبیل'' میں نقل کیا ہے کہ ایک موقعہ پر رائیونڈ کے سب سے بڑے بزرگ عبدالوہاب صاحب نے مولانا احمد علی لاہوری کے نواسے حبیب اللہ صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ ''تمہارے دادا جان کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ عام لوگوں کو درسِ قرآن دیا کرتے تھے''۔

مناسب نہیں بس ان کو فضائل اعمال کی کتاب سنائی جائے۔

تبلیغی جماعت آج کی سب سے بڑی جماعت ہے اور اس میں عامۃ الناس کی بہت بڑی تعداد موجود ہے علاوہ ازیں ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے ان سب کو اس بہانے سے قرآن سے محروم اور بے تعلق رکھنا کیا قرآن کو اُمت سے اور اُمت کو قرآن سے منقطع کرنے کی سازش تو نہیں۔

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے تو پوری اُمت کو قرآن سنایا اور براہ راست اسی کی تعلیم و تعلم پر زور دیا اور اب کہا جا رہا ہے کہ قرآن کی مثال بڑے گوشت کی سی ہے لہٰذا عوام میں اس کی تعلیم و تعلم کو موقوف کیا جائے یہی تو آج کے کافروں کی دلی خواہش اور آرزو ہے کہ اُمت مسلمہ قرآن سے منقطع ہو اور تبلیغی جماعت بہت بڑے پیمانے پر یہی کچھ کر رہی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ اب بھی بعض علماء کو اس مسئلے کی سنگینی کا کماحقہ ادراک نہیں ہے اور وہ ان کی وکالت سے باز نہیں آتے۔ تبلیغی دوستوں کی اس تمثیل پر مجھے امام غزالیؒ کی کتاب ''الجام العوام عن علم الکلام'' کی ایک بات یاد آئی امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مناطقہ اور فلاسفہ کے دلائل کی مثال دوا کی ہے اور قرآن وحدیثی تعلیمات و دلائل کی مثال غذا کی ہے دوا تو بیماروں کو دی جاتی ہے صحت مند کو دوائی کی کیا ضرورت بلکہ وہ تو اس کے لئے مُضر ہے اور غذا ہر کسی کو دی جاتی ہے آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ بلکہ مناطقہ اور فلاسفہ کے دلائل کی مثال غذا کی ہے اور قرآن وحدیثی دلائل کی مثال دودھ پانی کی ہے غذا بڑوں کو دی جاتی ہے چھوٹوں کو دو گے تو آنتیں پھٹ جائیں گی اور دودھ پانی بچوں بڑوں سب کو دی جاتی ہے اور سب کے لئے یکساں مفید

ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا نبی علیہ السلام نے یہی قرآن عرب کے بدوؤں کو سنایا اور اسی کی برکت سے وہ رہنمایاں عالم بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

واللہ بار بار حیرت ہوتی ہے کہ یہ تبلیغی جماعت کس راستے پر چل پڑی اور اب یہ کس عظیم فتنے کا سبب بن رہی ہے۔ فالی اللہ المشتکی

مشکوۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توراۃ کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا نبی علیہ السلام نے سکوت فرمایا پس عمر فاروق اس کو پڑھنے لگے اور نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر ناگواری کے آثار رونما ہونے لگے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تجھ پر رونے والیاں روئیں کیا تم نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات نہیں دیکھتا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نگاہ اٹھائی اور نبی علیہ السلام کا بدلا ہوا چہرہ دیکھا تو کہا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے میں اللہ پر بحیثیت رب اور اسلام پر بحیثیت دین اور محمد ﷺ پر بحیثیت نبی راضی ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائے اور تم لوگوں نے اس کی پیروی کی اور مجھے چھوڑ دیا تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میرا ہی اتباع کرتے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے نزول اور نبی علیہ السلام کی

بعثت کے بعد نجات انہیں سے متعلق ہے ان کو چھوڑ کر دوسری کوئی کتاب ان کا بدل ہرگز نہیں ہوسکتی اکابرین اور صلحائے اُمت کا چودہ سوسالہ تعامل اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اُمت کی فلاح قرآن سے وابستہ ہے اور اسی کی تعلیم وتعلم اور برکت سے اس کی زندگی کا تسلسل قائم ہے اللہ تعالیٰ اقبال مرحوم کو اُمت کی جانب سے اربوں کھربوں اُجور عطا فرما دے اس نکتے کو کیا خوب بیان کیا ہے:

خوار از مہجورئی قرآن شُدی　　　شکوہ سنج گردش دوران شُدی

اے چوں شبنم بر زمین اُفتندۂ　　　در بغل داری کتاب زندۂ

اکابرین دیوبند میں جو مرتبہ ومقام حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کو حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ایک مدت تک مالٹا میں انگریزوں کے اسیر اور قیدی رہے رہائی کے بعد ہندوستان پہنچے تو فرمایا کہ جیل کی تنہائیوں میں سوچتا رہا کہ ملت اسلامیہ انتہائی عروج سے اس ادبار اور نکبت کی طرف کس طرح منتقل ہوئی میرے ذہن میں اس کے دو سبب آئے۔ ایک ترکِ قرآن اور نمبر ۲ باہمی اختلافات۔

سو میں وہیں سے یہ عزم کر کے آیا ہوں کہ قریہ قریہ، گلی گلی اور مسجد وبازار میں ہر جگہ دروس قرآنی کا اہتمام کروں۔ کس قدر افسوس اور دینی خطرے کی بات ہے کہ ہمارے اکابر تو قرآن کی نشر واشاعت کے لئے اس کے مجالس درس کو ہر جگہ آباد کرنے کا عزم وارادہ رکھتے ہوں ادھر مولانا الیاس ومولانا زکریاؒ کے نام لیوا قرآن کو عوام کے لئے نقصان دہ باور کراتے پھرتے ہوں۔ اور صحیح یا غلط میرا پختہ تجزیہ ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ قرآن میں جہاد وقتال کا اس حد تک ذکر

اور ترغیب ہے کہ اس کو کسی معقول توجیہ سے چھپایا اور بے اثر نہیں کیا جاسکتا اور تبلیغی دوستوں کے دل میں جہاد وقتال سے نفرت "واُشربوا فی قلوبهم العجل" کے سے انداز میں بٹھائی گئی ہے سو اس کا علاج یہی سوچ لیا گیا ہے کہ سرے سے قرآن ہی اُمت کے حلقوں سے نکالو تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

دعوت کے سلسلے میں افراط اور اس کی اہمیت جتلانے کے لئے متذکرہ بالا دورۂ تفسیر میں ایک مولوی صاحب مشتاق نامی افغانی نے کسی تبلیغی ساتھی کی یہ گل افشانیاں بھی نقل کیں۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ دعوت چھوڑ کر کوہِ طور پر چلے گئے جس کے نتیجے میں پانچ لاکھ اور کئی ہزار لوگ گمراہ ہوئے۔

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تین دن تک دعوت کا کام چھوڑ کر نبی علیہ السلام کی تکفین وتدفین میں مشغول ہوگئے تو ایک چوتھائی اُمت گمراہ ہوگئی (غالباً مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی طرف اشارہ ہے)

اب بتلاؤ کہ پہلے دعوے میں حضرت موسیٰؑ پر ترک دعوت کا کس بھونڈے طریقے سے الزام ہے اور پھر طور پر جانا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تو گویا یہ الزام اللہ تعالیٰ پر بھی پڑا۔

دوسرے واقعے میں پوری جماعت صحابہ بمع خلفائے راشدین ترکِ دعوت کی ملزم ٹھہری۔

ایک موقعہ پر کسی کی زبانی سنا کہ طارق جمیل صاحب کا ارشاد ہے کہ ہمارے لئے دور نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اور دور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین میں کوئی نمونہ نہیں ہمیں بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا پڑے گا یہ سن کر تو میں سکتے میں پڑ گیا کہ یا اللہ یہ کیا واہیات ہے یہ تو قرآنی آیت: ﴿ولكم في رسول الله اسوة حسنة﴾ کے صریح خلاف ہے لیکن مجھے تردد ہوا کہ یہ مولانا کا ارشاد نہیں ہوگا کسی نے خواہ مخواہ بے پر کی اُڑائی ہوگی لیکن میرے بیٹے طاہر محمود نے بتلایا کہ جس تقریر میں یہ بات کہی گئی ہے اس کے کیسٹ دستیاب ہیں میں نے اُنہیں یہ کیسٹ حاصل کرنے اور مجھے سنانے کا کہا چنانچہ چند دن کے بعد وہ کیسٹ لاکر مجھے سنایا لیکن حق بات یہ ہے کہ کیسٹ میں اس جملے کی ادائیگی کے آس پاس میں بڑا شور تھا چنانچہ میں صاف طور پر اس جملے کو نہ سُن سکا لیکن بعد میں بہت سے لوگوں کی زبانی اور بعض دوسرے علماء کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوگئی مجھے معلوم نہیں کہ ان جملوں سے مولانا طارق جمیل صاحب کی کیا مراد ہے لیکن اس کا ظاہری مفہوم تو نہ صرف غلط اور ایک محکم حقیقت کے خلاف ہے بلکہ کفر کی سرحدوں کو چھو رہا ہے اور اگر چہ ظن المومنین خیراً کے تحت بدگمانی سے ممکن حد تک بچنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن طارق جمیل صاحب کی جرأتوں اور بے باکیوں کے پیش نظر اس میں بھی کچھ زیادہ استبعاد نہیں کہ یہی ظاہری مفہوم ان کی مراد ہو العیاذ باللہ۔

مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ جہاد سے انکار کے سلسلے میں قرآن وحدیث کے نصوص کے حوالے سے تبلیغیوں پر دو سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں جہاد بمعنٰی قتال کا حکم اور ترغیب اس کثرت و وضاحت سے وارد ہے کہ اس کے انکار اور توجیہ کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ گنجائش بھی باقی نہیں۔

۲۔ لاتعداد حدیثی روایات اور نبی علیہ السلام کی عملی زندگی بالخصوص مدنی دور کے واقعات میں آئے روز کے جہادی غلغلوں کے ماحول میں جہاد ایک ایسی چلتی پھرتی حقیقت دکھائی دیتی ہے جس سے چشم پوشی کسی طرح بھی ممکن نہیں غالباً ان اعتراضات سے دامن چھڑانے کے لئے ان کے بزرگوں نے دو کام کئے اول یہ کہ جہاد کو بمعنیٰ عام یعنی دین کی سربلندی کے لئے کوئی بھی کوشش اور جدوجہد قرار دیا۔

۳۔ نبی علیہ السلام کے غزوات سے استدلال کو بے اثر کرنے کے لئے یہی نسخہ عجیبہ ڈھنڈھ نکالا کہ نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے لئے کوئی نمونہ نہیں تبلیغیوں کے اندر مشہور یہ جملہ ''کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں'' شاید اولاً طارق جمیل صاحب نے بولا ہے اور اس کے بعد اس کے اتباع میں دوسرے دوست بھی استعمال کرتے ہیں مجھے ان کی زبان سے یہ جملہ سن کر نبی علیہ السلام کی ایک حدیث یاد آجاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا یزال الجھاد حلواً خضراً ماقطر القطر من السماء وسیأتی علی الناس زمان یقولفیه قراء منھم لیس ھذا بزمان جھاد فمن ادرک ذلک الزمان فنعم زمان الجھاد قالوا یارسول اللہ! اواحد یقول ذلک قال نعم من لعنه اللہ والملئکة والناس اجمعین﴾

(شفاء الصدور بحوالہ مشارع الاشواق)

جہاد ہمیشہ کے لئے میٹھا تازہ رہے گا جب تک آسمان سے بارش کا نزول

ہو اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں قراء قسم کے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے پس جس نے اس زمانے کو پایا تو یہی جہاد کا بہترین زمانہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی کہے گا۔ فرمایا: ہاں جس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ایسے ہی ایک دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کی کہ جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ساری اطاعت بجالائی اس کے بعد نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً﴾

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ سے یہ بات سننے کے بعد بھی کوئی ہوگا جو جہاد کو ترک کرے گا اور بیٹھے گا آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہو اور اس پر غصے ہوا ہو اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہو آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو جہاد کا عقیدہ نہیں رکھے گی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں ایک عہد و پیان رکھا ہے کہ جس کی مخالفت ہرگز نہیں کرے گا کہ جو شخص اس سے اس حالت میں ملے کہ جس کا یہ عقیدہ (ترکِ جہاد) کا ہو کہ اُسے ایسا عذاب دے جو اس نے کسی کو نہ دیا ہو۔

پہلی حدیث میں قراء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ یہ عربی لفظ قاری کی جمع ہے اور اس زمانے میں فی الجملہ قاری سمجھدار اور دیندار شخص کو کہا جاتا تھا غالباً مطلب یہی ہے کہ وہ ظاہری وضع قطع سے دیندار و سمجھدار لگے گا

سو یہ لفظ آج کل تبلیغیوں سے بڑھ کر کس پر چسپاں نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتاب ''فضائل اعمال'' کو قرآن وحدیث کا متبادل بنانے کی مساعی:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تبلیغی نصاب کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی غالباً اسی کتاب کو بعد میں فضائل اعمال کا نام دیا گیا پہلے نام سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتاب عام طور پر تبلیغی دوستوں کے اپنے درمیان سننے سنانے کے لئے اسی غرض سے مرتب کی گئی تھی کہ اکثر و بیشتر ان لوگوں کا واسطہ ناخواندہ اور ان پڑھ لوگوں سے ہوتا ہے وہ آسان زبان میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل کئی حدیثیں اور واقعات بیان کریں جن سے اعمال صالحہ کی وقعت اور ان سے دلچسپی اور توجہ پیدا ہو، گو اس میں ضعیف احادیث اور ایسے واقعات بھی ہیں جو شریعت کے ٹھیٹھ اور مضبوط ضابطوں پر پورا نہیں اُترتے لیکن فضائل اعمال کے بیان میں اسطرح کے اصولوں کو پوری طرح منطبق کرنا وعظ و نصیحت کے دائرے کو بہت تنگ کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث کے جانچ پرکھ کے سلسلے میں بڑے بڑے متشددین بھی عام طور پر ایسے مواقع پر کم و بیش اپنا مفروضہ معیار کسی قدر گرانے پر مجبور ہوتے ہیں اسکی ایک بہت واضح مثال ابن الجوزیؒ ہیں جو طبقۂ متشددین میں داخل بلکہ ان کے سرخیل سمجھے جاتے ہیں لیکن خود ''تلبیس ابلیس'' وغیرہ وعظ و پند کی کتابوں میں ضعیف سے ضعیف تر احادیث بھی نقل کرتے رہتے ہیں۔

بہر حال حضرت شیخ کے خواب و خیال میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی ہوگی

کہ یار لوگ اس کی کتاب کو قرآن وحدیث کا متبادل سمجھنے اور باور کرانے لگیں گے اگر ان کو اس طرز عمل کی ادنیٰ بھنک بھی پڑی ہوتی تو وہ خود اس کتاب کو اپنے ہاتھوں جلا دیتا۔ حضرت شیخ کی تقویٰ واری اور علمی مقام مرتبے کو دیکھ کر صرف میں ہی نہیں بلکہ ہر منصف مزاج آدمی یہ قیاس کرنے میں بالکل ہی حق بجانب ہوگا لیکن کیا کیا جائے لاکھوں مسلمانوں کی اس جماعت جن میں کثیر تعداد علماء اور واقعی دینداروں کی ہے پر اصل قبضہ اُن لوگوں کا ہے جو یا تو سرے سے علماء ہی نہیں ہیں اور یا تبلیغ کے مروّجہ طریق کار میں پھنسے ہوئے ان علماء کا ہے جو دین کی جامعیت کے نظریئے سے لاتعلق صرف اسی طریقے کی برکات کو دن رات سنتے سناتے ہیں اور دین کے اصل مزاج سے نابلد ہیں۔

نبی علیہ السلام کا واضح ارشاد ہے کہ ''ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله'' کیا واقعی حضرت شیخ اس حدیث سے بے خبر ہے یا اس کے باوجود اسلئے کتاب لکھی کہ اُمت اس کے بہانے سے پورے قرآن وحدیث کو متروک ومھجور کرے حضرت شیخ کی جلالتِ قدر اور علمی مقام ومرتبے سے آگاہ کوئی شخص بھی ان دونوں باتوں میں سے کسی کو بھی ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا۔

نبی علیہ السلام کی ایک دوسری طویل حدیث کا یہ جملہ ''من ابتغی الهُدیٰ فی غیره اضلهُ الله'' کس قدر لرزہ خیز اور رونگھٹے کھڑا کرنے والا ہے ہر مسجد میں صبح وشام فضائل اعمال کے سننے سنانے پر اصرار کرنے والے اور بالخصوص قرآن وحدیث کے مجالس کو موقوف کرنے کی قیمت پر اس کو رائج کرنے والے خوب سوچ لیں کہ وہ اُمت کو کہاں لے جا رہے ہیں فضائل اعمال کو ترویج

دینے والے پورے دین کے سرچشمے اور منبع پر حملہ آور ہیں اور اس کے خلاف ایک بہت ناروا متوازی محاذ کھولنے کے مجرم ہیں ہماری حکومتیں اور روشن خیال طبقے اپنے انداز سے کفر کی پشتیبانی کرتے ہیں اور اسلام کے یہ احمق دوست ان سے بڑھ کر ایک اور خطرناک انداز سے کفر کی آبیاری کر رہے ہیں۔

مروّجہ طریقۂ تبلیغ کے تقدس کو مزید مستحکم کرنے کیلئے تشریعی اختیارات کا بے محابا استعمال

ظاہر ہے کہ تبلیغ کا مروّجہ طریقہ خیر القرون میں تو نہیں تھا۔ دورِ نبوت میں مسجد نبوی میں تمام تر تشکیلات جہاد بمعنیٰ قتال کے لئے ہوا کرتی تھیں یا کفار ومشرکین کو دعوت اسلام یا اسلام قبول کرنے والوں کو تعلیمات اسلام سے روشناس کرنے کے لئے۔ آج تک ایسی کوئی حدیث واثر میری نظروں سے تو نہیں گزری جس میں یہ بیان ہوا ہو کہ نبی علیہ السلام نے خود یا دورِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا دورِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں کسی نے ایسی منظم جماعت تذکیر کے لئے روانہ کی ہو جیسے آج کل اہتمام کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ دعوت وتبلیغ اسلام کا بہت بڑا عمل ہے اس کے بغیر دین کی توسیع کس طرح ہوگی لیکن وعظ وتذکیر جس کا نام آج کل تبلیغ پڑ گیا ہے اُمت کے علماء اور صالحین نے ہمیشہ اس عمل کو اپنے آس پاس میں جاری رکھا ہے اور آج بھی اس پر کاربند ہیں لیکن اس کو ایک اجتماعی عمل ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا اس سلسلے میں مختلف افراد کے مختلف رویئے ہوتے ہیں اور جو بھی صورت حال خارج میں متحقق ہو اُسی کے مطابق مؤثر ترین صورت اختیار کی جاتی ہے اس کو ہر جگہ ایک لگے بندھے

انداز سے چلانا ممکن نہیں یعنی موثر نہیں تاہم اگر کچھ لوگ ایک اجتماعی اور گروہی شکل میں یہ عمل کرنا چاہتے ہیں تو اس کو بدعت لِلدّین کے زُمرے میں شمار کر کے اِباحت کے درجے میں رکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس سے کسی منصوص عقیدے یا عمل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تبلیغ کے مروّجہ طریقہ کار کے بارے میں اولاً اہل علم کا یہی نقطۂ نظر تھا کہ جیسے کہ تعلیم وتزکیے کے لئے کچھ مخصوص انتظامات بشکل مدرسہ وخانقاہ ہونے لگے تو اسے برداشت کیا گیا کہ چلو نئے زمانے میں نئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تھوڑی بہت تبدیلیاں کرنے کی گنجائش ہے اسی طرح اگر تبلیغ (تذکیر) کے لئے بھی اجتماعی طور پر نکلنا کچھ فوائد رکھتا ہے تو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اب یہ بدلا ہوا طریقہ اگر ابتدائی بے ضرر انداز میں چلتا تو اعتراض کی کوئی ضرورت نہ ہوتی لیکن افسوس کہ اس سلسلے کے بزرگوں نے اس کو اس حالت پر رہنے نہیں دیا بلکہ دعوت وتذکیر کو اسی میں منحصر سمجھنے بلکہ پورے دین کو اسی میں بند ہونے کا تأثر دینا شروع کر دیا اور وقت کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اس کا تقدس مستحکم کرنے کے لئے مستقل تشریع کا عمل جاری رکھا جس سے اہل علم کی نگاہ میں اس طور طریقے کی قباحت اور شناعت دوبالا ہونے لگی اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ا۔ ہماری مسجد میں ہر بدھ کو ان کا گشت اور پھر مغرب کے بعد ان کا بیان ہوتا ہے یہ بیان بارش، سردی گرمی کسی بھی عارض کی وجہ سے کسی طرح بھی اور کبھی بھی چھوٹنے نہیں پاتا کوئی بھی نہ ہو تو ایک ساتھی دوسرے ساتھی کو کسی نہ کسی طرح تھوڑا بہت کچھ سنا کر اس کا پورا پورا اہتمام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جوں ہی

امام سلام پھیرتا ہے ایک ساتھی بڑے جوش وخروش سے اعلان کرتا ہے دوستو! جس عمل سے پورے عالم میں دین پھیلا ہے اس کے بارے میں بات ہوگی آپ سب حضرات تشریف رکھیں بڑا ثواب ہوگا کبھی اعلان یوں ہوتا ہے جو دین نبی علیہ السلام لے کر آئے یہ پورا پورا دین میرے اندر اور پوری دنیا کے سب انسانوں کے اندر کس طرح آجائے اسی پر ابھی بات ہوگی سارے حضرات تشریف رکھیں میں نے بعض تبلیغی ساتھیوں سے کہا کہ تبلیغی دوست ہر شام کو جھوٹ بولتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ پورا پورا دین میرے اندر اور تمام انسانیت کے اندر کس طرح آجائے حالانکہ اُن کے پاس سارے دین کا نقشہ ہے ہی نہیں ان کا تو بنیادی منشور ہی فضائل کی تعلیم اور ترغیب ہے کیا دین صرف فضائل کا نام ہے اور جب بعض کچھ زیادہ گرم جوش دوست یہ جملہ ادا کرتے ہیں کہ وہ طریقہ جس سے پورے عالم میں دین پھیلا ہے تو اس کا لب ولہجہ خاص مدعیانہ اور چہرے مہرے کی ہیئت واضح طور پر بتاتی ہے کہ وہ اس طریقے کے علاوہ دین کے تمام طریقوں پر ایک قسم کا طنز کرتے ہیں کہ گویا وہ سب وقت ضائع کرنے والی باتیں ہیں مغرب کی نماز کے بعد ابھی سنن ہی ختم نہیں ہوتے کہ ان کا ایک ساتھی محراب کے قریب آکر بولنے لگتا ہے نمازیوں سے بچ بچ کر قریب آجاؤ اس سے نہ صرف یہ کہ دو رکعت سنت سے زائد اوابین وغیرہ پڑھنے والوں کا دل اور ذہن مشوش ہو جاتا ہے بلکہ سنت پڑھنے والوں کی یکسوئی بھی درہم برہم ہو جاتی ہے ان کی کافی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بیان کے سوا سارے اعمال موقوف کر دیے جائیں اور اگر اس وقت یا بعد الفجر جب وہ روزانہ بیان کرنے لگ جاتے ہیں کوئی کسی

دوسرے عمل تلاوت قرآن ذکر وفکر وغیرہ میں مشغول ہوتا ہے تو اُسے بہت زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور اُسے کہا جاتا ہے کہ شیطان نے تم کو اس عمل میں مشغول کر دیا یہ انفرادی عمل ہے اور ہمارا بیان اور مشورہ اجتماعی عمل ہے اور اجتماعی عمل کے دوران انفرادی عمل میں مشغول ہونا شیطانی عمل ہے میں تو ابھی تک یہی سمجھا ہوں کہ دین میں اجتماعی اعمال دو ہی ہیں۔

ایک جمعہ ونماز باجماعت اور ایک جہاد، حج میں اگر جمعیت نظر آتی ہے تو وہ اس لئے کہ اس کا زمان ومکان ایک ہے اس لئے اجتماعی بن گیا ہے ورنہ فی نفسہٖ وہ اجتماعی عمل نہیں ہے گو اس معنی میں جہاد بھی اجتماعی عمل کے زُمرے سے نکل جائے گا کیونکہ وہاں بھی دشمن کے مقابلے میں عام طور پر جماعت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی آدمی اکیلے بھی جہاد کرے تو جہاد ہی کہلائے گا۔

غالباً تبلیغی دوست اپنے ہر جلوس اور نشست کو نبی علیہ السلام کی ان نشستوں پر قیاس کرتے ہیں جس میں حضور ﷺ جہاد کے سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مشاورت فرماتے تھے منافقین ایسی مجالس میں بیٹھ جاتے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ آنکھ بچا کر نکل جانے کی کوشش کیا کرتے تھے اس پر آیات نازل ہوئیں:

﴿قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذاً﴾۔ (سورۃ النساء/ آیت:۶۳)

دراصل تبلیغی دوست ہر جگہ یہی تحریفی عمل دُہراتے ہیں یعنی جہاد سے متعلقہ آیات واحادیث کو بے دھڑک اپنے طریقۂ تبلیغ پر فٹ کرتے ہیں۔ میں نے مولانا محمد زکریا صاحب کے ہم عصر کسی عالم کی ایک تحریر دیکھی جو ابھی کافی

تلاش کے باوجود نہ مل سکی [1] اس میں لکھا تھا کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ کی فضیلت کے سلسلے میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں منجملہ ان کے یہ حدیث بھی ہے کہ سب سے پہلے جانے والے کو اتنا ثواب ملے گا جیسے بدنہ کی قربانی کا اور پھر دوسرے اور تیسرے کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں وہ جمعہ کی نماز کیلئے سب سے پہلے پہنچنے کی کوشش فرماتے لیکن تبلیغی دوست شب جمعہ کو جمع ہو کر تبلیغی بیانات کرتے ہیں اور پھر جمعہ کے روز علی الصباح جماعتوں کی تشکیل کر کے شہر سے باہر مختلف دیہاتوں میں روانہ کر دیتے ہیں اور دیہاتوں میں تو جمعہ کی ادائیگی کے شرائط پائے نہیں جاتے چنانچہ وہاں نماز جمعہ نہیں ہوتا اس طرح سے وہ سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو جمعہ کی فضیلت حاصل کرنے سے محروم کر دیتے ہیں لیکن اس موقع پر اور تو اور میں خود بھی ابھی تک حضرت عبداللہ بن رواحہ کا وہ واقعہ پیش کرتا تھا جس میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو ایک سریئے یا لشکر کا امیر بنا کر جمعہ کے روز صبح سویرے روانہ ہونے کا حکم فرمایا تھا لیکن جمعہ کے بعد ان کو دیکھا تو پوچھا کہ میں نے آپ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا آپ کیوں یہیں موجود ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور میرا جی چاہا کہ آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا شرف وثواب حاصل کرلوں اور میرے پاس معقول انتظام ہے جلد ہی لشکر کے ساتھ جا کر مل جاؤنگا اس پر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ اجر میں اتنے اتنے سال ان سے پیچھے رہ گئے اس واقع کے بیان کرنے کا مدعا یہ ہوتا تھا کہ جب نبی علیہ السلام

---

[1]: بعد میں یاد آیا کہ یہ تحریر مولانا عبدالسلام صاحب نوشہروی کی کتاب مسمّٰی بہ ''شاہراہ تبلیغ'' تھی۔

کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا اجر بھی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے لشکر سے پیچھے رہ جانے کی وجہ جواز نہیں بن سکتا ہے تو اور کسی کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے ساتھیوں کی جماعت سے پیچھے رہ جانے کا کیا جواز ہوگا اب اس عالم نے لکھا تھا کہ یہ کیا غلط قیاس ہے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو نبی علیہ السلام نے کسی دعوتی جماعت کا امیر نہیں بلکہ جہادیوں کا امیر بنایا تھا چنانچہ یہ فضیلت کہ جس کے لئے جمعہ کو ترک کیا جاسکے جہادی جماعت کی روانگی سے تعلق رکھتا ہے موجودہ دعوتی جماعتوں کے ساتھ اس کا متعلق کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

بات بڑی معقول ہے جہاد کا موقعہ و محل بہت تنگ اور سرعت کا متقاضی ہوتا ہے اس میں معمولی سستی اور تاخیر بعض دفعہ بہت نقصان وخسران کا سبب بنتا ہے آج کی تذکیری مہمات کو اس پر قیاس کرنا کوئی معنیٰ ہی نہیں رکھتا لیکن تبلیغی دوستوں کو یہ نکتہ سمجھانا کوئی آسان کام نہیں ہے ہر صبح کی نماز کے بعد مسجد کے مرکزی حصے میں تقریر کرنا اور دوسروں کے اوراد و تلاوت میں مخل بننا نہ صرف ان کا حق نہیں ہے بلکہ دوسروں کی حق تلفی اور بلاوجہ اُن کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح نماز کے بعد ذکر وفکر، تلاوت اور اوراد و وظائف میں مشغولی خیرالقرون سے مأثور و متوارث ہے اور ہر صبح باقاعدہ تذکیر نہ صرف یہ کہ متوارث نہیں بلکہ منع ہے۔

یہ دونوں باتیں محض دعوے نہیں ہیں بلکہ اس معنیٰ میں صریح احادیث منقول ہیں مولانا زکریا صاحبؒ کی تصنیف کردہ کتاب فضائل اعمال کے باب فضائل ذکر میں ایک حدیث بایں الفاظ مندرج ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت

سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے کے حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دُنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے انہیں وجہوں سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے مدوّنہ میں امام مالک سے نقل گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہے اور حنفیہ میں سے درمختار نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دُعا دس مرتبہ پڑھے۔

''لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویُمیت وھو علی کل شیءٍ قدیر''۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات وصفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دُنیا وآخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اُسی ذات پاک کے لیے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس بُرائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس درجے بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔

ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان متبرک اوقات میں ذکر ودعا میں مشغول رہنا چاہئے لیکن ہمارے تبلیغی دوست صبح کے وقت میں روزانہ کسی نہ کسی اُمی کا بیان سننے پر اصرار کرتے ہیں نہ صرف خود ذکر وذعا میں مشغول نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ذکر ودُعا اور تلاوت نہیں کرنے دیتے اور بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ اجتماعی عمل کے دوران انفرادی عمل میں مشغول ہونا شیطانی کام ہے اپنی روزانہ کی تقریر کو اجتماعی کام کہنا اور دوسروں کے اوراد اور اذکار کو انفرادی کہنا معلوم نہیں ان کو کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ وہ بھی تو دین ہی کی بات کرتے ہیں وہ بھی ذکر ہی تو ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تقریروں کا خلاصہ تذکیر یعنی مسلمانوں کو وعظ ونصیحت کرنا ہے سو اس بارے میں واضح طور پر ہدایت موجود ہے کہ یہ کام گاہے گاہے ہونا چاہئے روزانہ ہرگز نہیں بلکہ یہ تبلیغی دوست تو روزانہ پر بھی اکتفا نہیں کرتے روزانہ کئی کئی دفعہ مسجدوں میں یہ تقریریں پابندی سے کی جاتی ہیں اور اگر کوئی ان اوقات میں مسجد کے اندر کوئی دوسرا نیک کام کرے تو نہ صرف اُس پر ناراض ہوتے ہیں بلکہ بس چلے تو اُس کو سختی سے منع کرتے ہیں اور غالباً اِسی کو جہاد سمجھتے ہیں۔

روزانہ تذکیر سے ممانعت کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ سُناتے۔ آگے بخاری شریف کے الفاظ یوں ہیں:

''فقال لہٗ رجل یا ابا عبدالرحمٰن لوددت انک ذکرتنا کل یوم،

فقال اما انه یمنعنی من ذلک انی اکره ان اَمَلّکم وانی اتخوّلکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخوّلنا بها مخافة السّامة علینا''۔

یعنی ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میری آرزو ہے کہ آپ ہرروز ہم کو وعظ سنایا کریں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: (یہ کچھ مشکل نہیں) مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا کہ تم کو اُکتا دینا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا اور میں موقع اور وقت دیکھ کر تم کو نصیحت کرتا ہوں جیسے آنحضرت ﷺ ہمارا موقع اور وقت دیکھ کر ہمیں نصیحت فرماتے ہیں آپ کو بھی ڈر تھا کہ کہیں ہم اُکتا نہ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام تقویٰ وفقاہت خود صحابہؓ میں بھی بہت بلند ہے جب وہ بھی نبی علیہ السلام کے طرزِ عمل کی وجہ سے روزانہ کی تذکیر سے اجتناب کرتے ہیں تو دوسروں (اور وہ بھی علم سے کورے) کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ روزانہ کے اکثر نمازوں کے بعد جبکہ عام طور پر ان اوقات میں بہت سے لوگ ذکر وتلاوت کا تھوڑا بہت شغل کرتے ہیں تقریر وبیان شروع کر کے ان کی عبادت میں مخل بنتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں جہاں کہیں فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال ہے تبلیغی دوست اس سے مراد اپنا ہی مروجہ طریقہ تبلیغ لیتے ہیں اور یہیں سے اُن کے یہ مضحکہ خیز جملے بھی برآمد ہوئے ہیں کہ اس راستے کی ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے اور اس راستے میں ایک روپیہ خرچ کرنا سات لاکھ روپوں کے برابر ہے۔

میں اپنی مسجد میں موسمِ گرما میں عام طور پر نماز فجر کے بعد کئی تبلیغی دوستوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ نماز باجماعت میں شرکت کرنے سے رہ جاتے ہیں لیکن بعد میں اپنے تبلیغی حلقہ میں شرکت کرنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں یہ فقط اس لیے کہ یہ مخصوص اوقات کے حلقہ جات اُن کے مروّجہ تبلیغی طریقہ کار کے اجزاء ہیں جن کو وہ بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں اب یہ عمل فی نفسہٖ تو اتنا بُرا نہیں لیکن اُن کا یہ اہتمام بالخصوص جبکہ ایسے ہی ذکر وفکر یا وعظ ونصیحت حتیٰ کہ درس قرآن وحدیث کے دوسرے مجالس سے بے اعتنائی بلکہ قصداً اعراض ہو، ایک اور حقیقت کی غماز ہے اور وہ یہ کہ ان کے ہاں اپنے مخصوص حلقوں میں شرکت ثواب ہے اور دوسرے حلقہ جات میں شرکت نہ صرف ثواب نہیں بلکہ شاید کسی قدر بے احتیاطی اور گناہ پر مشتمل ہے کیا یہ واضح تشریع نہیں ہے اور اسی تشریع نے ان کے تبلیغی عمل کو منصوص اور متوارث اعمال کے عین متوازی ایک اور دین نہیں بنایا ہے۔

ہمارے ہاں کے ایک پکے تبلیغی دوست جو اپنے ذاتی اخلاق اور کردار میں دوسرے دوستوں سے اچھے خاصے ممتاز لگتے ہیں وہ مسلسل دو تین سال تک شعبان ورمضان کے ہمارے حلقہ تفسیر میں شرکت کرتے رہے اس بارے میں کئی دفعہ بعض ساتھیوں سے سُنا کہ دوسرے تبلیغی دوست اُس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اصولِ تبلیغ کے خلاف ہے اِس کو جماعت سے نکالیں گے۔

ایک موقع پر میرے والد صاحب محترم سخت بیمار تھے میرا دوسرا بھائی چونکہ اُن کی آخری اولاد تھا اس لیے ان کے ساتھ خصوصی محبت تھی وہ تبلیغی چلے پر گئے تھے والد مرحوم بیماری کے دوران اُس کو بار بار یاد فرماتے تھے میں نے بنوں کے ایک پروفیسر صاحب جو اُس زمانے میں رائے ونڈ میں مقیم تھے اُن کو فون کیا کہ

چونکہ والد گرامی اپنے بیٹے کو بہت یاد کرتے ہیں لہٰذا اُن کو مطلع کریں کہ وہ فوری طور پر واپس آجائے چلّے میں پھرنے سے زیادہ اپنے والد کے آخری ایّام حیات میں ان کی خدمت کرنا اس سے کہیں بڑھ کر موجب ثواب ہے لیکن میرا بھائی واپس نہیں آیا بعد میں معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب نے رائے ونڈ کے اکابر کے سامنے بات رکھی انہوں نے فرمایا کہ اسے اطلاع نہ دی جائے تا کہ اُس کا چلّہ ادھورا نہ رہ جائے۔

ابھی چند دِن پہلے کسی نے بتلایا کہ ایک تبلیغی دوست کی بیوی مرگئی تھی لیکن اُس کو اطلاع نہیں دی گئی اہل علم خود غور کریں کہ یہ سب کچھ اس مروّجہ طریقہ تبلیغ کا تقدس ثابت کرنے اور ایک ایسے شرعی عمل کے طور پر منوانے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے ساتھ دین کے بہت بڑے بڑے دوسرے اعمال کے مقابلے میں ایسے ایسے ثواب وابستہ کیئے جارہے ہیں جس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

ہمارے محلّے میں ایک افغانی دوست رہتے ہیں وہ خود اور اُن کے دو عالم فاضل بیٹے تبلیغ سے وابستہ ہیں ایک دن یہ افغانی دوست دو اور آدمیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا میں ایک دوسرے مولوی صاحب کے ساتھ مسجد سے ملحقہ چمن میں بیٹھا ہوا تھا وہ سیدھا میرے پاس آگیا اور کہا کہ اوپر کے کمرے کی چابی دیدیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو مؤذن کے پاس ہے چابی لے کر وہ اپنے دونوں ہمراہوں کے ساتھ اوپر کے کمرے میں بیٹھ گیا۔☆

☆ (مجھے معلوم نہیں یہ کمرہ کیوں تبلیغیوں کے نام اِلاٹ ہوگیا ہے ویسے ہماری مسجد کے نمازیوں میں یہ کمرہ تبلیغیوں کے نام سے مشہور ہے کبھی کبھی ہم اپنے مہمانوں کو بھی اس میں سُلا دیتے ہیں اور عام طور پر میرے ساتھ مسجد میں مقیم تین چار طلباء وغیرہ جمعہ کے روز اس کے غسل خانوں میں کپڑے وغیرہ بھی دھولیتے ہیں میں نے تبلیغیوں کی صبح کی مشاورت میں ایک تبلیغی سے اپنے کانوں سے یہ مشورہ دیتے ہوئے سنا کہ اس کمرے میں مسجد کے طلباء کا آنا جانا بند کردو)

یہ افغانی دوست قیمتی پتھروں کا کاروبار کرتے ہیں میں نے سمجھا کہ شاید پتھروں کے تاجر کسی کاروباری لین دین کے سلسلے میں اُس کے ساتھ آئے ہیں اور چونکہ اُن افغانی دوست کے گھر میں مہمانوں کے بٹھانے کی جگہ نہیں ہے اس لیے اوپر کے کمرے میں گئے ہونگے عصر کے بعد مغرب کی اذان ہونے کے قریب دولڑ کے کھانا لیے اوپر کے کمرے میں جارہے تھے میں نے ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھانا اُن مہمانوں کے لیے لے جایا جارہا ہے انہوں نے کہا نہیں وہ مہمان تو چلے گئے ہیں اصل بات یہ ہے کہ یہ افغانی دوست چلے پر گئے تھے وہاں بیمار ہو گئے تو جماعت والوں نے دو آدمی ساتھ ملا کر محلے کی مسجد میں بھیجا کہ بقیہ ایام اس مسجد میں گزارو میں بڑا حیران ہوا کہ ایک آدمی بیمار ہے اُسی محلے میں اُس کا گھر ہے اور اُس کو گھر سے باہر مسجد میں ٹھہرایا جارہا ہے یہ سب کچھ تشریع نہیں ہے تو کیا ہے کسی غیر منصوص عمل کے ساتھ اس طرح سے پابندیاں اور اجر وثواب وابستہ کرنا کیا کسی اُمتی کو از خود اس کا اختیار ہے لیکن یہ سب کچھ مروّجہ طریقہ تبلیغ کی اہمیت جتلانے کے لیے ہورہا ہے ایک دن میں نے اپنی مسجد میں عصر کی نماز باجماعت پڑھا کر مقتدیوں کی طرف منہ پھرا ہی تھا کہ ایک ناشناسا تبلیغی دوست کھڑے ہو گئے، ان دنوں پشاور حاجی کیمپ میں حاجی صاحبان کی آمد ورفت شروع ہوئی تھی اور تبلیغی دوست اُن کو عملی طور پر طریقہ حج بتلانے کے لیے سرگرم ہو گئے تھے اور حاجی کیمپ سے حاجیوں، کے مختلف ٹولیوں کو لے کر مختلف مسجدوں میں لے جایا کرتے تھے۔ ہماری مسجد میں بھی اس دن حاجی صاحبان کی ایک جماعت کئی دوسرے تبلیغی دوستوں کے ساتھ آئی تھی۔ الغرض تبلیغی دوست نے تقریر شروع کی

کہ یہ حاجی صاحبان عنقریب حرمین کی زیارت کے لیے روانہ ہونگے اور وہاں تلبیہ پڑھیں گے آپ سب بھی بنیتِ ثواب اُن کے ساتھ تلبیہ پڑھیں اور پھر اونچی آواز سے دو، تین دفعہ تلبیہ پڑھا مجھے اُس کی اِس حرکت پر سخت حیرت ہوئی کیونکہ جہراً تلبیہ پڑھنا اور اس کو کارِ ثواب سمجھنا حرم اور احرام کے ساتھ خاص ہے حرم اور احرام کے بغیر اجتماعی طور پر جہراً تلبیہ پڑھنے کو ثواب سمجھنا تو بدعت کے زُمرے میں آتا ہے اس وقت خاموشی اختیار کی اور بعد میں کئی مفتیان کرام سے اسکے بارے میں استفسار کیا تو سب نے میری بات کی تائید کی پھر میں نے چند دن کے بعد مقامی تبلیغیوں کو بتلایا کہ یہ کام تو بدعت ہے کم سے کم ایسے کاموں سے پہلے علماء سے مشورہ کرلیا کریں لیکن انہوں نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور پھر آئندہ سال دوبارہ یہی عمل میری مسجد میں دُھرایا اس کے بعد میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ اگر تیسری دفعہ میری مسجد میں یہ عمل کیا تو میں برسرِ موقع آپ لوگوں کی تردید کروں گا۔ اس کے بعد میری مسجد میں تو میں نے ان کا یہ عمل نہیں دیکھا معلوم نہیں دوسرے مساجد میں کرتے ہیں یا نہیں۔

گذشتہ سطور میں میں نے جس افغانی دوست کا ذکر کیا ہے اُن کے ایک صاحبزادے جو ابھی چند سال ہوئے رائے ونڈ ہی سے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور پھر تبلیغی طریقہ کے مطابق ایک سال بھی لگا چکے ہیں وہ ہمارے ہی قریب ایک مسجد میں امام ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد امامت چھوڑ دی میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ امامت کیوں چھوڑ دی انہوں نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ دعوت کا کام نہیں ہوتا ہے۔ خدا کے بندے ایک مسجد میں خدمتِ

دین کا بہترین موقع مِلا ہے اس میں درسِ قرآن، درسِ حدیث شروع کریں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی مسجد کی امامت خطابت اس مروّجہ طریقۂ تبلیغ میں گھومنے پھرنے سے بدرجہا بہتر اور کارِ ثواب ہے بشرطیکہ تصحیح نیت کے ساتھ ہو۔

اہل علم اور مفتیانِ کرام سے اس سلسلہ میں مسئلے کی وضاحت مطلوب ہے۔

غیر مشروع کو مشروع بلکہ فرض بنانے کی کارروائیاں

عام طور پر تبلیغی دوست ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ کا حوالہ دیتے ہوئے ہر خاص و عام پر اُن کے طریقے کے مطابق دعوت و تبلیغ کو فرض قرار دیتے ہیں حالانکہ شریعت میں دعوت و تبلیغ جو وعظ و نصیحت سے ادا کی جاسکتی ہے اس کے لیے ایک خاص درجے کی استعداد اور قرآن و حدیث کا ضروری علم لابدی اور ناگزیر ہے۔ مشکوۃ شریف کتاب العلم میں ایک حدیث بایں الفاظ نقل ہے۔

''عن عوف بن مالک الا شجعی قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقص الا امیر اومامور اورمختال''.

یعنی وعظ و نصیحت یا امیر یا مأمور اور یا متکبر کرے گا۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ وعظ و نصیحت بھی ایک بہت بڑی ملی ذمہ داری ہے اس کا حق یا تو خود حکمران ادا کرے گا اور ظاہر ہے از روئے شریعت حکمران کا ضروری دینی علم سے بہرہ ور ہونا شرط ہے یا جو اُس کی طرف سے مامور ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا حکمران اس شخص کو مأمور بالوعظ بنائے گا جو ضروری علم

دین رکھتا ہو اور کم از کم دینی بدیہیات اور مسلمات کو تو پائی پاس نہ کرتا ہو اور ان دو کے علاوہ جو تیسرا شخص وعظ و تقریر سے شغل کرتا ہے تو وہ کوئی متکبر ہی ہوگا جو علم شریعت نہ رکھتے ہوئے بھی وعظ و تقریر کی جرأت اور اس پر اقدام کرتا ہو اور ایک روایت میں متکبر کی جگہ ریا کار کا لفظ استعمال ہے یعنی تیسرا شخص جو امیر ومأمور کے سوا وعظ کا شوق پورا کرتا ہے تو وہ ریا کار ہی ہوگا۔

اس حدیث کو اہل علم سینکڑوں سال سے پڑھتے پڑھاتے رہے لیکن اس کے باوجود اس کے مفہوم اور مصداق کی طرف سے اغماض برتتے رہے اور دعوت وتبلیغ کے نام پر ہر کہہ ومہہ کی تقریروں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے تھے اور حسنِ ظن کی بنا پر یہ توجیہ کر کے بڑی آسانی سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے لیتے تھے کہ وہ تو لگے بندھے چھ نمبر ہی بیان کرتے ہیں جن کے مضمون میں کوئی خلاف شرع بات تو نہیں ہے لیکن قربان جاؤں نبی علیہ السلام کی تعلیمات اور احادیث کے کہ اس میں ایک ایسی بات بیان ہوئی تھی جس کی اصل حقیقت تک بہت سے اہلِ علم کی رسائی نہ ہو پائی تھی اور وہ حقیقت یہ تھی کہ گو ابتداء میں تو کوئی شخص مخصوص الفاظ یا معانی کا پابند رہ سکتا ہے لیکن جب اُس کی زبان کھل جائے اور پھر بولتے بولتے نامانوسی کا حجاب اُتر جائے اور اُسے اپنے آپ پر اعتماد پیدا ہو جائے تو وہ کسی بھی طرح ایک دائرے میں بند نہیں رہ سکتا بلکہ ہر موضوع پر گفتگو کرنے کا چسکا پیدا ہو جاتا ہے پھر عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ضروری علم نہ ہونے کی وجہ سے شرعی حدود کو بے کھٹک کراس کرتا جاتا ہے اور اُس کو پرواہ تک نہیں ہوتی۔ یہی صورتِ حال آج دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے ان پُر جوش جہلاء کی ہے ایسے

ہی لوگ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کی آیت سے اپنی تبلیغ کے لیے وجہ جواز نکالتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ تبلیغ اُمت کے ہر فرد پر لازم اور فرض ہے۔ اور اس کے لیے کسی استعداد اور علمی حیثیت کی ضرورت کے قائل نہیں ہیں۔

ایسے ہی ایک تبلیغی دوست کا ہمارے مدرسہ امداد العلوم کے سابق شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب مرحوم سے سابقہ ہوا اور پھر باتوں باتوں میں کہا کہ امریکہ میں جو بھی شخص بے ایمان مرتا ہے اس کے بارے میں ہم سے پوچھا جائیگا چونکہ شیخ مرحوم کو اس بات کا پس منظر معلوم تھا تو انہوں نے اپنے مخصوص تکیۂ کلام کے ساتھ فوری طور پر جواب دیا کہ جا، جانور تجھ سے پوچھا جائیگا مجھ سے نہیں پوچھا جائیگا۔

تبلیغی دوست کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دعوت وتبلیغ ما وشما سب کا فریضہ ہے اور شیخ مرحوم کا مطلب یہ تھا کہ ہر کسی کو نہ یہ صلاحیت اور رسائی ہے اور نہ اس کا پابند اور مکلف ہے خود شریعت کے مطابق زندگی گزارنا اور آس پاس میں اپنے حسبِ علم وتوفیق شریعت کی اشاعت وترویج میں کوشاں رہنا کافی ہے۔

جو وعظ ونصیحت کے لیے ضروری علم وسلیقہ بھی نہ جانتے ہوں اُن سب پر دعوت وتبلیغ کو اور پھر اسی مخصوص طریقۂ کار کے ساتھ فرض ولازم گردانناہی وہ تجاوز عن الحد اور تعدّی ہے جس کی شریعت کسی طور پر بھی اجازت نہیں دیتی۔

اہل علم کے نزدیک ازروئے شریعت ایسے لوگوں کو دعوت وتبلیغ کی سرے سے اجازت ہی نہیں ہے چہ جائیکہ اُن پر اس کو فرض قرار دیا جائے یہی وہ غلو ہے جس نے اکابر کی اس تحریک کو کفر کا آلۂ کار بنا کر اُمت کو اس حد تک تفریق

اور جماعتی عصبیت پر پہنچا دیا ہے کہ اب بڑے جرأتمندانہ اور جارحانہ انداز میں کہا جا رہا ہے کہ موجودہ طریقہ تبلیغ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو اس میں سوار ہوا بچ گیا باقی ساری اُمت غرق ہے۔

نامشروع کو مشروع بلکہ لازم قرار دینے کے سلسلے میں تبلیغ نسواں بھی ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات میں مختلف صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اور ہر ایک مخلوق کو اُس کی صلاحیتوں کے مطابق وظائف دیئے ہیں۔ مرد اور عورت بھی اس ضابطے سے مستثنیٰ نہیں ہیں مرد کے لیے گھر سے باہر کے کام متعین ہیں اور عورت کے لیے اندر کے کام۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''المرءة عورة مستورة اذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان''۔

یعنی عورت چھپنے چھپانے کی چیز ہے جونہی یہ گھر سے نکلتی ہے شیطان اُس کو تاکنے لگتا ہے افسوس ہے کہ ہم مسلمان نبی علیہ السلام کے ارشادات پر غور کرنے کی زحمت نہیں اُٹھاتے۔

یہ ارشاد کس قدر واضح اور صاف ہے اس میں بتلایا گیا ہے کہ عورت گھر کی چار دیواری میں رہنے کی چیز ہے اُس کی فطری صلاحیتوں کے ظہور اور ترقی کے لیے میدان اس کا گھر ہی ہے اُس کی اصل ذمہ داری شوہر کی خدمت اور بچوں کی نگہداشت و تربیت ہے عورت گھر کی ملکہ ہے چراغ محفل ہرگز نہیں'' وقرن فی بیوتکن''، اور اپنے گھروں میں ٹکیں رہو'' کا خدائی فرمان کس قدر دور رس اور حکمت آمیز ہے آج کی انسانی دنیا کے اضطراب انگیز حالات دیکھ

اورسُن کراس کا صحیح اندازہ اور ادراک ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ جوانسان کا خالق اور مالک ہے اور اُس پر بے حد شفیق ومہربان ہے اور اسی شفقت ومہربانی ہی کی بدولت انسان کو نسائی فتنے کے عواقب سے محفوظ کرنے کے لیے یہ حکم فرمایا ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں لیکن ہم ملت اسلامیہ قرآن وحدیث کی قدروقیمت سے بے خبر مغربی تہذیب وثقافت کی تقلید میں اندھے بے بھگٹٹ بھاگے جارہے ہیں اور اپنے اقدار وروایات سے انحراف کوروشن خیالی باور کرتے ہیں۔

اب مغربی سائنسی اور مادی ترقی سے مرعوبیت ہی کے زیرِ اثر یہ جملہ ہمارے ہاں بھی عام طور پر سُنائی دیتا ہے کہ عورت ملکی آبادی کا نصف حصہ ہے اسکو گھر میں بٹھا کر جہاں اس پر ظلم ہورہا ہے وہاں ملکی ترقی میں اس کے عدم کردار کی وجہ سے بہت بڑا نقصان ہورہا ہے ہمارے ہاں کے روشن خیال حکمرانوں نے اسی دلیل سے عورتوں کوگھر سے نکالنے کی مہم کی بھرپور سرپرستی کی حالانکہ اگراس کے دینی اور روحانی نقصانات سے صرف نظر بھی کیا جائے تو بھی یہ دلیل بہت بودی اور کمزور ہے۔ کیونکہ پاکستان میں لاکھوں بلکہ کروڑوں نوجوان بے روزگار پھرتے ہیں عورتوں کوگھروں سے نکالنے کی بجائے ان نوجوانوں کو برسرِ روزگار کیا جاوے تاکہ ان بے روزگاروں کی منفی سرگرمیوں سے اہل وطن کو بچایا جاسکے اور اُن کی توانائیوں کوملکی ترقی میں استعمال کیا جاوے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک طرف تو بے روزگار نوجوانوں کومنفی سرگرمیوں کے لیے کُھلا چھوڑ دیا جائے بلکہ اُن کو اس پر مجبور کیا جاوے اور دوسری طرف عورتوں کو گھروں سے نکال کر ملک کے تمام اداروں میں عریانی اور فحاشی کے دروازے کھولے جائیں اور

گھریلو زندگی کو ویران اور سنسان کیا جائے۔

مغرب کے دانشور تو اب چیختے چلاتے ہیں کہ عورت کے فتنے سے خلاصی کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اس کو شرقی قانون معاشرت کا پابند کیا جائے یعنی اسے پھر گھر کی چاردیواری میں بند کیا جائے لیکن ہم خاندانی نظام کی برکتوں سے غافل اس عظیم نعمت کو اپنے ہاتھوں درہم برہم کرنے پر آمادہ بلکہ حریص ہیں۔

بات ذرا لمبی ہوگئی کہنا یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے محولہ بالا حدیث میں عورتوں کے گھر سے نکلنے کو اُس پر شیطانی تسلط کو آسان بنانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ہمارے تبلیغی جماعت بھی روشن خیالوں ہی کی طرح عورتوں کو گھروں سے نکالنے کے درپے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تبلیغ کو فرض نہیں کیا ہے تو تم خوار مخواہ کیوں اسقدر خطرناک اقدام پر جرأت کرتے ہو۔ تبلیغیوں کا یہ کام بھی منجملہ اُس کاموں میں سے ہے جن سے جیسے کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس جماعت کو کفر نے ہائی جیک کر دیا ہے اور اب اس کو اسلام کی اشاعت و ترویج کے نام پر اسلام کی بنیادی باتوں کے خلاف بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے اور اب تو حکمرانوں ہی کی طرح اہل تبلیغ کی کفر نوازی بھی اس حد تک عُریان ہوگئی ہے کہ امریکوں کو اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کے خلاف جنگ و جہاد کو بالکل ناجائز اور گناہ باور کراتے ہیں۔

پچھلے جمعہ کو میں نے ممبر پر جہاد کے بارے میں بات کی اور اس سلسلے میں منکرین و مخالفینِ جہاد کا رَد کیا۔ نماز جمعہ کے بعد ایک نوجوان میرے ساتھ ملا اور کہا کہ مولوی صاحب میں جلال آباد میں ایک پٹرول پمپ کا مالک ہوں

جلال آباد کے گذشتہ تبلیغی اجتماع میں میں نے سٹیج سے ایک تبلیغی بزرگ کو یہ کہتے سنا کہ امریکی ہمارے بھائی ہیں ان سے لڑنا گناہ ہے۔

بعض تبلیغی دوست اس کے جواب میں بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ کسی کی شخصی رائے ہوگی۔ اولاً تو یہی بات ہی ناممکن ہے کہ جماعت کی رائے کے خلاف یہ کسی کی شخصی رائے ہو اور پھر کُھل کر لاؤڈ سپیکر پر سٹیج سے کہی جا رہی ہو۔

ثانیاً یہ محض معترض کا منہ بند کرنے کی کوشش ہے ورنہ اصل میں یہ پورے پاکستان کے تبلیغیوں کا سوچا سمجھا موقف ہے آیئے آپ کو اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتلاؤں۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے تبلیغیوں کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں ایک جگہ یہ عبارت موجود ہے۔

”گوجرانوالہ کے ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ رائے ونڈ میں ایک بڑے بزرگ سے گفتگو ہوئی کہنے لگا پٹھان تو بڑا بے غیرت ہو گیا ہے یہ تو بہت مہمان نواز تھا یہ افغانستان میں انگریزوں کو قتل کر رہا ہے اس کو چاہئے اس کو دعوت دے“۔

تبلیغیوں کے انحراف عن الحق اور گمراہی کی باتیں کہاں تک بیان کی جائیں۔

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار گلچین بہارِ توز دامان گلہ دارد

نبی علیہ السلام کا طریقۂ کار تو یہ تھا کہ جب مسلمانوں پر کوئی آفت آتی یا وہ کسی جنگ کا سامنا کرتے تو حضور علیہ السلام قنوتِ نازلہ کی صورت میں نماز ہی کے اندر اِن کو دعائیں دیتے لیکن تبلیغی دوست مسلمانوں کے بہت بڑے بڑے

اجتماعات میں بھی مجاہدین اسلام کو دعا تو کیا ان کی تنقیص کرتے رہتے ہیں جلال آباد ہی کے اجتماع میں کسی نے بتلایا کہ دُعا کے وقت ایک طرف سے آواز آئی کہ مجاہدین اسلام کی فتح کے لیے بھی دُعا کرو تو سٹیج سے آواز آئی کہ فتنہ برپا نہ کرو۔

گذشتہ بدھ کو ایک ایم، اے اسلامیات اور بہت سلجھے ہوئے تبلیغی دوست مغرب کی فرض نماز کے بعد اعلان فرمار ہے تھے کہ پوری دُنیا میں اسلام کیسے پھیلے سنت کے مطابق اس عمل کی ترتیب کیا ہے اس پر بات ہوگی سب حضرات تشریف رکھیں۔

گو یا تبلیغی دوست جس طریقے اور ترتیب سے کام کرتے ہیں یہی سنت ہے حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ مخصوص طریقہ نہ دور نبوت میں موجود تھا اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کے مطابق دعوت وتبلیغ کی ہے۔ اسی کو تشریع کہتے ہیں اور موجودہ تبلیغی جماعت اس کو بے دھڑک استعمال کرتی ہے۔

مروّجہ تبلیغی حضرات کی طرف سے علماء ومدارس کی تحقیر واستخفاف

یہ بات تو عام طور پر مشہور ہے کہ کوئی تبلیغی دوست کسی دینی مدرسے میں گیا، جیسے کہ معمول ہے دینی مدارس کے منتظمین مدارس میں دینی حوالے سے آنے والوں کو مدرسے کے مختلف شعبوں اور ان کی کارکردگی کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لئے اُسے کم وقت میں مدرسے کا سرسری معائنہ کراتے ہیں جس سے وارِدین کا اعتماد اور تعلق مزید بڑھ جاتا ہے چنانچہ اسی روایت کے مطابق تبلیغی دوست کو بھی مدرسے کا دورہ کرایا گیا آخر میں دوست نے بڑی معصومیت کے ساتھ پوچھا کہ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن یہ بتلاؤ کہ یہاں کوئی دین کا کام بھی ہوتا ہے؟

مجھے تحقیقی طور پر تو معلوم نہیں کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا ہے [۱] اور حقیقۃً پیش آیا بھی ہے یا کسی نے تمثیلی رنگ میں موجودہ دور کے تبلیغی حضرات کی مزاجی کیفیت کی عکاسی کی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ علماء اور مدارس کی اہمیت کے چنداں قائل ہرگز نہیں میل ملاپ اور ملاقاتوں کے دوران کوئی ایک آدھ تعریفی جملہ کہنے کی بات الگ ہے لیکن فی الواقع ان کے کام اور دینی خدمات کی وقعت ان کے دلوں میں نہ ہونے کے برابر ہے یہ دعویٰ نرا دعویٰ بلا دلیل ہرگز نہیں دوستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کو بے تکلفی پیدا ہو جانے کے بعد بہت جلد ہی اس کا احساس ہو جاتا ہے۔ عام طور پر رجب اور شعبان کی آمد سے پہلے پہلے تبلیغی دوست دینی مدارس میں پہنچ جاتے ہیں اس موقعہ پر وہ صراحۃً تو یہ نہیں کہتے کہ یہ تمہارا تعلیم و تعلم کا کام محض مغز ماری ہے لیکن ''لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ'' کے انداز میں ہر کوئی سمجھ لیتا ہے کہ وہ مدارس کے پورے سال کے معروفیات اور درس و تدریس کو ان کی مروجہ تبلیغی تگ و دو کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں سمجھتے اس سلسلے میں زیادہ درازنفسی سے بچنے کے لئے ایک تبلیغی دوست کے مراسلے اور مولانا محمد یوسف شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے جواب کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

سوال نمبر۱۔ آپ ﷺ کے نے جو دین کی تعلیم دی تھی وہ مسجد نبوی کے ماحول میں یعنی مسجد کے اندر دی۔ اس تعلیم کے لئے آپ ﷺ نے کوئی الگ مدرسہ جیسے صورت اختیار نہیں کی یا کوئی جگہ اس کے لئے مقرر نہیں کی تو پھر کیوں

---

[۱] بعد میں معلوم ہوا کہ یہ واقعہ گجرانوالہ میں حقیقتاً پیش آیا تھا آئندہ کی صفحات میں آپ بھی ملاحظہ کریں گے۔

آج ہمارے دینی اداروں میں مسجد تو بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر مدارس کی عمارتیں بہت بڑی بڑی بنادی جاتی ہیں اگر یہ چیز بہتر ہوتی تو آپ ﷺ اس چیز کو سب سے پہلے سوچتے حالانکہ مسجد کا ماحول بہت بہتر ماحول ہے وہاں انسان لایعنی سے بھی بچ سکتا ہے۔

سوال نمبر۲۔ آپ ﷺ نے اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی بنیادی، وہ ایمانیات اور اخلاقیات کی دی ان کو ایمان سکھایا لیکن ہمارے دینی مدرسوں میں جو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل اس چیز سے ہٹ کر لگتی ہے اور برائے مہربانی میں اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اس بات کی وضاحت طلب کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے جو اصحاب صفہ کو تعلیم دی وہ کیا تھی؟

سوال نمبر۳۔ ہمارے مدرسوں میں جو عالم حضرات فارغ ہوکر نکلتے ہیں ان کے اندر وہ کڑھن اور فکر دین کے مٹنے اور آپ ﷺ کے طریقے کے چھوٹنے کی

۱: یہ سوال وجواب کس زمانے میں ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں شاید اس وقت رائے ونڈ کے مدرسے اور دوسرے مدرسوں کی تعلیم میں کوئی فرق نہ ہو لیکن اب تو تبلیغی اصاغر واکابر کی جہاد سے نفرت اور بے زاری کا رویہ دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ فرق ضرور ہوگا۔ رائے ونڈ میں جہاد سے متعلقہ آیات واحادیث کا ایسا ترجمہ وتفسیر بالکل ہی نہیں کیا جائے گا جس میں جہاد ایک زندہ حقیقت دکھائی دے اور آج بھی اس کے وجود اور افادیت پر گفتگو ہو۔ اگرچہ یہ میرا قیاس ہی ہے کیونکہ مجھے خود کبھی وہاں ان کے مدرسے کے دروس میں شرکت کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن کوئی جاکر دیکھے تو انشاء اللہ میرا یہ قیاس غلط نہیں ہوگا۔

۲: بانیان تبلیغ مثلاً مولانا الیاس، مولانا یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے بارے میں تو سنتے ہیں کہ واقعی ملت کیلئے اُنکے دردمندی دیدنی تھی لیکن اب تو ہم اس کڑھن کا کوئی سراغ نہیں پاتے زیادہ باتیں اور ہر وقت باتیں کرنے کے سوا تو ہم نے عام بلکہ خاص دوستوں میں بھی کوئی غیر معمولی کڑھن نہیں دیکھی۔ ہاں آج سے کوئی تیس، چالیس سال پہلے کئی دوستوں کے چہروں پر نورانیت ضرور دیکھی تھی۔

نہیں ہوتی جو فکر اور کڑھن حضرت محمد ﷺ کی تھی یا حضرات صحابہؓ کی تھی اور وہ لوگوں سے اس عاجزی اور انکساری سے بات نہیں کرتے جس طرح ہمارے اکابر اور آپ یا اور جو دوسرے بزرگ موجود ہیں بات کرتے ہیں۔

معذرت کے ساتھ اگر اس خط میں ناچیز سے کوئی غلط بات لکھی گئی ہو تو اس پر مجھے معاف فرمائیں۔

جواب نمبر ا۔ آنحضرتؐ نے ہمارے شیخ کے فضائل نامی کتاب کی بھی تعلیم نہیں دی پھر تو یہ بھی بدعت ہوئی کیا آپ نے کبھی اکابر تبلیغ سے بھی شکایت کی؟

جواب نمبر ۲۔ آپ کو کس جاہل نے بتایا کہ ہمارے دینی مدرسوں میں آنحضرت ﷺ والی تعلیم نہیں۔ کیا آپ نے کبھی مدرسہ کی تعلیم کو دیکھا اور سمجھا بھی ہے؟ یا یونہی سن کر ہانک دیا اور رائے ونڈ میں جو مدرسہ ہے اس کی تعلیم دوسرے مدرسوں سے اور دوسرے مدرسوں کی رائے ونڈ سے مختلف ہے۔[۱]

جواب نمبر ۳۔ یہ بھی آپ کو کس جاہل نے کہہ دیا کہ مدارس میں سے نکلنے والے علماء میں ''کڑھن'' اور دین کے لئے مر مٹنے کی فکر نہیں ہوتی [۲] غالباً آپنے یہ سمجھا ہے کہ دین

---

[۱] یہ سوال و جواب کس زمانے میں ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں شاید اس وقت رائے ونڈ کے مدرسے اور دوسرے مدرسوں کی تعلیم میں کوئی فرق نہ ہو لیکن اب تو تبلیغی اصاغر و اکابر کی جہاد سے نفرت اور بے زاری کا رویہ دیکھ کر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ فرق ضرور ہوگا۔ رائے ونڈ میں جہاد سے متعلقہ آیات و احادیث کا ایسا ترجمہ و تفسیر بالکل ہی نہیں کیا جائے گا جس میں جہاد ایک زندہ حقیقت دکھائی دے اور آج بھی اس کے وجود اور افادیت پر گفتگو ہو۔ اگر چہ یہ میرا قیاس ہی ہے کیونکہ مجھے خود کبھی وہاں ان کے مدرسے کے دروس میں شرکت کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن کوئی جا کر دیکھے تو انشاء اللہ میرا یہ قیاس غلط نہیں ہوگا۔

[۲] بانیان تبلیغ مثلاً مولانا الیاس، مولانا یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے بارے میں تو سنتے ہیں کہ واقعی ملت کیلئے اُنکے دردمندی دیدنی تھی لیکن اب تو ہم اس کڑھن کا کوئی سراغ نہیں پاتے زیادہ باتیں اور بروقت باتیں کرنے کے سوا تو ہم نے عام بلکہ خاص دوستوں میں بھی کوئی غیر معمولی کڑھن نہیں دیکھی۔ ہاں آج سے کوئی تیس، چالیس سال پہلے کئی دوستوں کے چہروں پر نورانیت ضرور دیکھی تھی۔

کی کڑھن بس اسی کا نام ہے جو تبلیغ والوں میں پائی جاتی ہے۔

جواب نمبر۴۔ آپ نے لکھا ہے کہ کوئی غلط بات لکھی ہو تو معاف کروں، میں نہیں سمجھا کہ آپ نے صحیح کونسی بات لکھی ہے۔

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے۔ آپ جیسے عقل مند جنہیں دین کا فہم نصیب نہیں ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھے بیٹھے ہیں اور اِنکے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے میں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو وہ گمراہ ہیں اور اِنکے لئے تبلیغ نکلنا حرام ہے۔ میں اس خط کی کی فوٹوسٹیٹ کاپی رائے ونڈ مرکز کو بھجوا رہا ہوں تا کہ ان اکابر کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے عقلمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں۔ ۱

بہت مناسب بلکہ مفید معلوم ہوتا ہے کہ اِسی سلسلے میں ایک دوسرا حوالہ بھی پیش کیا جائے۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں:

"عام حالات میں اس جماعت کا شیوہ یہ ہے کہ اس کے بہت سے افراد دینی مدارس کی مذمت کرتے ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ ان دینی مدارس کو چندہ دینا بھی حرام ہے ۲ جب تک کہ کوئی اس جماعت میں حصہ نہ لیں اور مخفی طور پر علماء کی

۱: مولانا بھی کیا سادے ہیں یہ ذہن انکا رائے ونڈ ہی میں تو بنا ہے پھر ان سے شکایت کیسی؟

۲: یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے متعلقین اور متاثرین الا ماشاءاللہ دینی مدارس کو کوئی چندہ نہیں دیتے۔

مذمت وتوحین کرتے رہتے ہیں اور اُنکی کارگزاری کی تحقیر ومذمت کرتے رہتے ہیں اور اُنکی کارگزاری کی تحقیر ومخالفت عمومی پروگرام رہتا ہے۔ قرآن کریم کے درس کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا درس سن کر کوئی آدمی نیک وصالح ہوسکتا اور نہ ہی اس کی اصلاح ہوسکتی ہے اصلاح تو گشت کرنے اور جماعت کے ساتھ جانے سے ہوتی ہے۔ ایک بڑی مسجد اور دینی ادارے کے بارے میں ایک بہت بڑے قسم کے مثالی تبلیغی جماعت کے رکن نے ایک دفعہ یہ کہا کہ یہاں سب کام ہورہے ہیں لیکن دین کا کام نہیں ہورہا احقر نے کہا کہ آپ نے صرف تبلیغ کا نام ہی سنا ہے اس کے علاوہ آپ کو کسی چیز کا علم نہیں ورنہ ایسی بات نہ کہتے کم وبیش پچیس ہزار آدمیوں کو اس ماحول میں دینی تعلیم سے آراستہ کیا گیا ہے اور کم وبیش ایک لاکھ انسانوں کی دینی اصلاح ہوئی ہے انکے عقائد درست ہوئے ہیں اور وہ کفر وشرک اور بدعت کو چھوڑ کر اُمورِ خیر کی طرف راغب ہوئے ہیں کیا یہ دین کا کام نہیں ہے؟ بڑے بڑے مالدار اور سرمایہ دار اور جاگیر دار لوگ جماعت میں شریک ہوکر اپنا تفوق جتلاتے رہتے ہیں جس کے پردے میں اُنکی بری کارگزاری اور مظالم پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ دینی مدارس کے فارغین علماء کرام کو بھاڑے کے ٹٹو خیال کرتے ہیں بڑے بڑے آدمیوں کو ساتھ لے جاکر ان کا تعارف طلبہ، علماء اور کمزور دیندار طبقہ کے لوگوں کے سامنے اس طرح کراتے ہیں کہ یہ صاحب کارخانہ دار ہیں یہ بڑے صنعت کار ہیں یہ بڑے ڈاکٹر ہیں یہ بڑے فوجی کرنل ہیں یہ انجینئر ہیں یہ فلاں اور فلاں ہیں کسی مسجد کے امام نہیں یہ کوئی مولوی نہیں یہ کوئی موذن اور خادم نہیں وغیرہ وغیرہ اس طرح سے یہ غریب علماء کی تحقیر وتوہین ایک خاص طریقے سے لوگوں کے دلوں میں بٹھاتے رہتے ہیں حالانکہ یہ طریق قرآن کریم کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ اَمَّـا

مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی‘۔

آخری بات جس پر اِس ناخوشگوار تحریر کو ختم کرتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک بہت صالح عالم دین گزرے ہیں پندرہ بیس سال پہلے اس کے بارے میں سنتا تھا کہ وہ اپنی مسجد میں تبلیغیوں کو ہرگز نہ آنے دیتا تھا اوران کو امریکہ کا ایجنٹ سمجھتا تھا ہمیں ان کے اس رویہ پر بہت تعجب اور غصہ بھی آتا تھا لیکن آج اُس بزرگ کی اُن باتوں کو صحیح سمجھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں ایسے ہی مجھے ضلع بنوں میں دو اور علمی خانوادے بھی معلوم ہیں جو اپنی مساجد میں تبلیغیوں کو ہرگز آ۔ نے نہیں دیتے۔ آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ سب تبلیغی دوست کفر کے دانستہ ایجنٹ ہرگز نہیں ان میں بہت سے بھولے بھالے اور نیک طبع مسلمان ہیں جو جماعت کو دین کی طرف بلانے کا مفید پلیٹ فارم سمجھتے ہیں ممکن ہے ابھی تک انہوں نے جماعت کا جو ساتھ دیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی نیت پر اُن کو اجروثواب بھی عطا فرمائے لیکن اب اس کے بعد جبکہ مجموعی طور پر تبلیغی جماعت کی پوزیشن ان کی اپنی ہی سرگرمیوں کی روشنی میں طشت از بام ہو چکی ہے ان کا ساتھ دینے اوران کی تکثیر جماعت کا سبب بننے پر کسی طرح بھی عنداللہ معذور محسوب نہیں ہونگے۔ واللہ اعلم

﴿اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزُقنا اجتنابهٗ، آمین یارب العالمین﴾

رسالے کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملت اسلامیہ کے دو انتہائی جلیل القدر علمائے کرام کی تحریریں پیش کروں اول الذکر تحریر میں

﴿وَالْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ پر بات کی گئی ہے کہ اس سے ہر خاص و عام پر تبلیغ ضروری سمجھنا قطعاً غلط ہے اور ثانی الذکر تحریر میں تبلیغ النساء کے عدم جواز پر گفتگو کی گئی ہے۔

۱۔ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴿وَالْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی تقوی، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی اسلامی مواخات یہ سب چیزیں اُس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے اس کا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا بُرائی میں مبتلا دیکھے تو اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے ظاہر ہے کہ یہ کام وہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف کا علم رکھنے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقعہ شناس ہوں ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے پیدا ہونے کا موجب ہو جائے یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقعہ پر نرمی برتنے لگے شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مأمور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ (کلمۃ الھادی/ ص ۳۲۳)

ماشاء اللہ مولانا کے یہ ارشادات پتھر پر لکیر ثابت ہو رہے ہیں اور

نے بھی عورتوں کو تبلیغ پر بھیجنا شروع کر دیا ہے مگر یہ غلط ہے عورتیں گھروں اور مدرسوں میں تعلیم وتربیت کا کام تو انجام دے سکتی ہیں مگر مردوں کی طرح جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لئے نکلنا غیر فطری عمل ہے۔ اس کے نتائج اچھے نہیں نکل سکتے بلکہ قباحتیں پیدا ہونے کا خطرہ ہے انگریز نے تو اسی آڑ میں بے حیائی کے بڑے بڑے ریکارڈ قائم کئے ہیں آج مسلمانوں میں وہی چیزیں عود کر رہی ہیں جو کہ نہایت ہی شرم کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو ہر معاملے میں پیچھے رکھا ہے حتّٰی کہ نماز میں بھی عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہوتی ہے اگر عورتیں اگلی صف میں کھڑی ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی آج دنیا میں ہر جگہ عورتوں کو آگے لایا جا رہا ہے اسلامی ممالک میں بھی انہیں پارلیمنٹ کا ممبر، وزیر اور مشیر بنایا جاتا ہے حتّٰی کہ سربراہ مملکت بنانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ہے بخاری شریف میں نبی علیہ السلام کا واضح ارشاد موجود ہے۔

''لن یفلح قوم ولّوا امرھم امرأۃ''۔

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات عورت کے سپرد کئے اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی یا رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ یہ فریضہ ہمیشہ مردوں کو سونپا جاتا رہا۔ (کلمۃ الھادی الی سواء السبیل/ص ۳۲۷)

مقامِ بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر
زِ نوری سجدہ میخواہی زِ خاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہداری کہ بایں بے نیازیہا
شہادت بر وجودِ خود زِ خونِ دوستاں خواہی